لجنہ سال //2020-2021// شمارہ نمبر 1

# النصرت

لجنہ اماءاللہ برطانیہ کا تعلیمی و تربیتی مجلّہ

# "مُبَارِکٌ وَّمُبَارَکٌ وَّکُلُّ اَمْرٍ مُّبَارَکٍ یُّجْعَلُ فِیْہِ"

(تذکرہ صفحہ 83 ایڈیشن چہارم)

آج اسلام کو پھر بفضلِ خدا
مل گیا ایک مرکز نیا دوستو
اس میں مسجد 'مبارک' بنی ہے نئی
جس سے پھوٹے گا نورِ ھدیٰ دوستو

(الفضل انٹرنیشنل، 26 اپریل 2019ء، صفحہ 2)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# النصرت

عہد لجنہ اماء اللہ

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

"میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب اور قوم کی خاطر اپنی جان، مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لئے تیار رہوں گی۔ نیز سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی اور خلافتِ احمدیہ کے قائم رکھنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہوں گی۔" ان شاءاللہ

## فہرست مضامین


| | |
|---|---|
| قرآن کریم | 2 |
| حدیث النبی ﷺ | 4 |
| کلام الامام | 5 |
| اِداریہ | 6 |
| خطاب۔ عائلی زندگی کے آداب اور تربیتِ اولاد (4 اکتوبر 2009ء) | 7 |
| مضمون۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور خدمتِ قرآن۔ (تسنیم لطیف صاحبہ) | 17 |
| مضمون۔ اللہ کے گھر اور رسول ﷺ کے قدموں میں۔ (صفیہ بشیر سامی صاحبہ) | 27 |
| مضمون۔ بلانے والا ہے سب سے پیارا۔ (ترنم رشید صاحبہ) | 33 |
| نظم۔ مریم سلمان صاحبہ، ذکرِ رفتگاں اور نمونۂ کلام | 35 |
| مضمون۔ کرونا پر ایک ماں کی ذاتی رائے۔ (سعدیہ داؤد صاحبہ) | 37 |
| مضمون۔ ملکہ سبا۔ (فریدہ بشارت صاحبہ) | 38 |
| مضمون۔ اِحساس!۔ (لیڈی امتہ الباسط ایاز صاحبہ) | 45 |
| پکوان۔ ترکیب: بیسن اور انڈوں کا حلوہ۔ (نصیرہ قمر احمد صاحبہ) | 48 |
| بزمِ ادب۔ (مترتبہ ہبہ باقی صاحبہ اور متفرق) | 49 |
| اعلان برائے داخلہ جامعہ احمدیہ یوکے 2021ء | 50 |

# قرآن کریم

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا
زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ
بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝

(سورۃ النساء آیت 2)

**ترجمہ:**

اے لوگو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رِحموں (کے تقاضوں) کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ ان آیات کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

**يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ**: یہ ایک سورۃ کا ابتداء ہے۔ اس سورۃ میں معاشرت کے اصولوں اور میاں بیوی کے حقوق کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ آیتیں نکاح کے خطبوں میں پڑھی جاتی ہیں اور غرض یہی ہوتی ہے کہ تا اُن حقوق کو مدّ نظر رکھا جاوے۔

اس سورۃ کو اللہ تعالیٰ نے **يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ** سے شروع فرمایا ہے۔ **اَلنَّاسُ** جو اُنس سے تعلق رکھتا ہے تو میاں بیوی کا تعلق اور نکاح کا تعلق بھی ایک اُنس ہی کو چاہتا ہے تا کہ دو اجنبی وجود متحدّ فِی الاِرَادۃ ہو جائیں۔ غرض فرمایا:

لوگو! تقویٰ اختیار کرو۔ اپنے ربّ سے ڈرو۔ وہ ربّ جس نے تم کو ایک جی سے بنایا ہے اور اسی جنس سے تمہاری بیوی بنائی اور پھر دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں۔

**خَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا** سے یہ مراد ہے کہ اسی جنس کی بیوی بنائی۔ اس آیت **میں اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ** جو فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کی اصل غرض تقویٰ ہونی چاہئے اور قرآنِ مجید سے یہی بات ثابت ہے۔ نکاح تو اس لئے ہے کہ اِحصان اور عفّت کی برکات کو حاصل کرے مگر عام طور پر لوگ اس غرض کو مدّ ِنظر نہیں رکھتے بلکہ وہ دولتمندی، حسن و جمال اور جاہ و جلال کو دیکھتے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

**عَلَيۡكَ بِذَاتِ الدِّيۡنِ**

بہت سے لوگ خدّ و خال میں محو ہوتے ہیں جن میں جلد تر تغیرّ ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹروں کے قول کے موافق تو سات سال کے بعد وہ گوشت پوست ہی نہیں رہتا۔ مگر عام طور پر لوگ جانتے ہیں کہ عمر اور حوادث کے ماتحت خدّوخال میں تغیرّ ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے یہ ایسی چیز نہیں جس پر انسان محو ہو۔ آنحضرت ﷺ نے نکاح کی اصل غرض تقویٰ بیان فرمائی ہے۔ دیندار ماں باپ کی اولاد ہو۔ دیندار ہو۔ پس تقویٰ اختیار کرو اور رِحم کے فرائض پورے کرو۔ میں تمہارے لئے نصیحتیں کرتا ہوں۔ یہ تعلق بڑی ذمّہ داری کا تعلّق ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے نکاح جو اغراضِ حُبّ پر ہوتے ہیں اُن سے جو اولاد ہوتی ہے وہ ایسی نہیں ہوتی جو اس کی رُوح اور زندگی کو بہشت کر کے دکھائے۔ ان ساری خوشیوں کے حصول کی جڑ تقویٰ ہے اور تقویٰ کے حصول کے لئے یہ گُر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رقیب ہونے پر ایمان ہو۔ چنانچہ فرمایا:

**اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيۡبًا**

جب تم یہ یاد رکھو گے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حال کا نگران ہے، تو ہر قسم کی بے حیائی اور بدکاری کی راہ سے جو تقویٰ سے دُور پھینک دیتی ہے بچو گے۔

(اخبار بدر، قادیان 5 مارچ 1908ء صفحہ 6 ,بحوالہ حقائق الفرقان، جلد دوم، صفحہ 5-4)

# حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

وَفَدَتْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْمَاءُ بِنْتُ یَزِیْدَ الْاَنْصَارِیَّۃُ مَبْعُوْثَۃً مِنْ مُؤْتَمِرِ نِسَائِیْ کَانَ قَدْ عَقَدَ فَقَالَتْ: بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَنَا وَافِدَۃُ النِّسَاءِ اِلَیْكَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ بَعَثَكَ اِلَی الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ کَافَّۃً اِنَّا مَعْشَرَ النِّسَاءِ مَحْصُوْرَاتٌ مَقْصُوْرَاتٌ قَوَاعِدُ بُیُوْتِکُمْ وَحَامِلَاتُ اَوْلَادِکُمْ وَاِنَّکُمْ مَعْشَرَ الرِّجَالِ فُضِّلْتُمْ عَلَیْنَا بِالْجُمَعِ وَالْجَمَاعَاتِ وَشُھُوْدِ الْجَنَائِزِ وَالْحَجِّ بَعْدَ الْحَجِّ وَاَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ الْجِھَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَاِنْ اَحَدُکُمْ اِذَا خَرَجَ حَاجًّا اَوْمُعْتَمِرًا اَوْ مُجَاھِدًا حَفِظْنَا لَکُمْ اَوْلَادُکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَغَزَلْنَا اَثْوَابَکُمْ وَرَبَّیْنَا اَوْلَادَکُمْ اَفَنُشَارِکُکُمْ فِیْ ھٰذَا الْاَجْرِ وَالْخَیْرِ فَالْتَفَتَ النَّبِیُّ اِلٰی اَصْحَابِہٖ بِوَجْھِہٖ کُلِّہٖ ثُمَّ قَالَ: ھَلْ سَمِعْتُمْ مَسْأَلَۃَ امْرَأَۃٍ قَطُّ اَحْسَنَ مِنْ مَسْأَلَتِھَا فِیْ اَمْرِ دِیْنِھَا؟ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا ظَنَنَّا اَنَّ امْرَأَۃً تَھْتَدِیْ اِلٰی مِثْلِ ھٰذَا۔ فَالْتَفَتَ النَّبِیُّ اِلَیْھَا فَقَالَ: اِفْھَمِیْ اَیَّتُھَا الْمَرْأَۃُ! وَاَعْلِمِیْ مَنْ خَلْفَكِ مِنَ النِّسَاءِ اَنَّ حُسْنَ تَبَعُّلِ الْمَرْأَۃِ لِزَوْجِھَا یَعْدِلُ ذٰلِكَ کُلَّہٗ۔

(اُسُد الغابة فی معرفة الصحابة جلد۵ صفحہ ۱۳۹۹ الاستیعاب فی مَعْرِفَة الاصحاب جلد ۲ صفحہ ۲۶)

ترجمہ: ایک دفعہ اسماء بنت یزید انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عورتوں کی نمائندہ بن کر آئیں اور عرض کیا حضور میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ میں عورتوں کی طرف سے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مردوں اور عورتوں سب کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔ ہم عورتیں گھروں میں بند ہو کر رہ گئی ہیں اور مردوں کو یہ فضیلت اور موقعہ حاصل ہے کہ وہ نماز باجماعت، جمعہ اور دوسرے مواقع اجتماع میں شامل ہوتے ہیں، نماز جنازہ پڑھتے ہیں، حج کے بعد حج کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور جب آپ میں سے کوئی حج، عمرہ یا جہاد کی غرض سے جاتا ہے تو ہم عورتیں آپ کی اولاد اور آپ کے اموال کی حفاظت کرتی ہیں اور سُوت کات کر آپ کے کپڑے بُنتی ہیں، آپ کے بچوں کی دیکھ بھال اور اُنکی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں۔ کیا مردوں کے ساتھ ہم ثواب میں برابر کی شریک ہو سکتی ہیں؟ جبکہ مرد اپنا فرض ادا کرتے ہیں اور ہم اپنی ذمہ داری

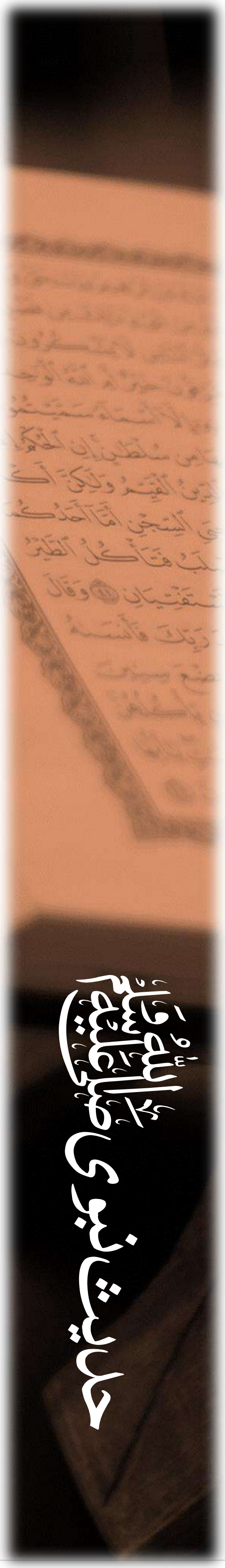

نبھاتی ہیں۔ حضورؐ اسماء کی یہ باتیں سُن کر صحابہؓ کی طرف مُڑے اور انہیں مخاطب کر کے فرمایا کہ اس عورت سے زیادہ عمدگی کے ساتھ کوئی عورت اپنے مسئلہ اور کیس کو پیش کر سکتی ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا حضورؐ ہمیں تو گمان بھی نہیں تھا کہ کوئی عورت اتنی عمدگی کے ساتھ اور اتنے اچھے پیرایہ میں اپنا مقدمہ پیش کر سکتی ہے۔ پھر آپؐ اسماءؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے خاتون (محترم) اچھی طرح سمجھ لو اور جن کی تم نمائندہ بن کر آئی ہو ان کو جا کر بتا دو کہ خاوند کے گھر کی عمدگی کے ساتھ دیکھ بھال کرنے والی اور اسے اچھی طرح سنبھالنے والی عورت کو وہی ثواب اور اجر ملے گا جو اس کے خاوند کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے پر ملتا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین)

# کلام الامام

وَخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا یعنی آدم کے وجود میں سے ہی ہم نے اس کا جوڑا پیدا کیا جو حوّا ہے تا آدمؑ کا یہ تعلق حوّا اور اس کی اولاد سے طبعی ہو، نہ بناوٹی، اور یہ اس لئے کیا کہ تا آدم زادوں کے تعلق اور ہمدردی کو بقا ہو کیونکہ طبعی تعلقات غیر منفک ہوتے ہیں مگر غیر طبعی تعلقات کے لئے بقا نہیں ہے کیونکہ ان میں وہ باہمی کشش نہیں ہے جو طبعی میں ہوتی ہے۔ غرض خدا نے اس طرح پر دونوں قسم کے تعلق جو آدم کے لیے خدا سے اور بنی نوع سے ہونے چاہیے تھے طبعی طور پر پیدا کیے۔

(ریویو آف ریلیجنز جلد 1 نمبر 5 صفحہ 179، بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ 270)

# اداریہ

آداب! اس بار شمارہ کی تیاری کے دوران ہم نے اپنی پیاری بہنوں کے خیالات کی رو کو کسی مخصوص موضوع یا زاویہ میں قید نہیں کیا بلکہ عمداً آزاد چھوڑ دیا ، اور جو اُبھر کر آیا ہے وہ ہماری پیاری لجنہ کی اپنی ذاتی ترجیحات کی خوشبو سے مہکتا ہوا ایک گلدستہ ہے۔ کسی کو خلفائے جماعت کی ذات میں پورے ہونے والے معجزات کا خیال آیا، کسی نے خدا تعالیٰ کے بیش بہا احسانات کی تحدیث نعمت کی، کسی کو اپنی زِندگی کے بہترین یادگار لمحات نے آگھیرا اور کسی کو اپنے گردو پیش میں بسنے والوں کی طرف احساسِ ذمہ داری کا ذکر اہم لگا۔ یہ سب تحریرات آپ کے لیے پیشِ خدمت ہیں، خدا کرے کہ آپ کو پسند آئیں۔

2020ء کو بلا مبالغہ ایک بے حد مشکل اور صبر آزما سال قرار دیا گیا لیکن دنیا کے شر انگیز ماحول سے الگ ہم احمدیوں کو خدا تعالیٰ کی نعمتِ بے بہا یعنی خلافت سے متمتع ہونے کے باعث یک گونہ احساسِ تحفظ رہا، اور اپنے گھروں کو چھوٹی چھوٹی مسجدوں میں بدل کر سکون بھی ملا۔ کچھ بہنوں نے اِس پہلو سے بھی اپنے تاثرات قلمبند کیے۔ فجزاھم اللہ!

اِس شمارے میں سیّدنا امیر المؤمنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطاب فرمودہ 4 اکتوبر 2009ء کا متن بھی شامل کیا گیا ہے جو عائلی زندگی کے آداب اور تربیتِ اولاد کے لیے قیمتی نصائح سے پُر ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ یاد دہانی لجنہ کے لیے مفید و ممد ثابت ہو۔ اور خدا تعالیٰ ہمیں اسلام اور احمدیت کے قدموں میں نثار ہونے والی نسلیں پروان چڑھانے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ نصائح کو ہمیشہ ملحوظ رکھنے والے بن سکیں، اٰمین۔ ایک موقع پر آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا:

**"---چاہیے کہ تم خدا کے عزیزوں میں شامل ہو جاؤ، تا کہ کسی وباء کو یا آفت کو تم پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہو سکے۔ کیونکہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی اِجازت کے بغیر زمین پر ہو نہیں سکتی۔ ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان میں سے اُٹھا دو، کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشّان کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔ لوگ تمہاری مخالفت کریں گے--- ہر گز تُندی اور سختی سے کام نہ لینا، بلکہ نرمی اور آہستگی اور خُلق سے ہر ایک کو سمجھاؤ۔"**

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 267 تا 268 ایڈیشن 1984ء)


| | |
|---|---|
| زیرِنگرانی | ڈاکٹر فریحہ خان (صدر لجنہ اماء اللہ۔ برطانیہ)<br>لبنیٰ سہیل (سیکریٹری اشاعت لجنہ اماء اللہ۔ برطانیہ) |
| مدیرہ | فریدہ بشارت |
| نائب مدیرہ | صدیقہ سلطانہ |
| مجلس اِدارت | قانتہ راشد صاحبہ ، نصیرہ نور صاحبہ ،<br>سائحہ معاذ صاحبہ |
| ٹائپنگ، پروف ریڈنگ اور ڈیزائننگ | رافعہ کوثر ، عاصمہ بدر ، بشریٰ لطیف ، ہبہ باقی ، ستارہ جمیل<br>خولہ وحید ، شمسہ انور |
| مینیجر | اسماء شاہد |
| معاونہ | عاطفہ احمد |
| تصاویر | بشکریہ مخزنِ تصاویر |

# سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خواتین سے روح پرور خطاب

برموقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ برطانیہ 2009ء بتاریخ 4 اکتوبر 2009ء بروز اتوار بمقام اسلام آباد (یوکے)

تشہد اور فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مندرجہ ذیل قرآنی آیت کی تلاوت فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝

(سورۃ النساء آیت 2)

لجنہ اماء اللہ کے اجتماع پر عموماً یہ روایت ہے کہ آخری تقریر میری ہوتی ہے۔ اس کے بعد دعا کے ساتھ اجتماع ختم ہو جاتا ہے۔ اس سال کیونکہ انصار اللہ کا بھی اجتماع آپ کے ساتھ ہی ہو رہا ہے اور اُس میں بھی میری شمولیت ہونی تھی، اس لئے یہی پروگرام بنایا گیا کہ آپ کو مَیں پہلے وقت کچھ باتیں کہہ لوں اور انصار اللہ کو آخر میں دوپہر کے سیشن میں۔ بہر حال انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کے ایک ہی وقت میں اجتماع کرنے کا اس دفعہ یہ پہلا تجربہ ہے۔ کس حد تک یہ تجربہ کامیاب ہوا ہے؟ اس بارے میں تو جو لوگ یہاں آئے ہیں اُن کے تأثرات سے بعد میں پتہ لگے گا لیکن جو حاضری کی رپورٹ پیش کی ہے اُس سے لگتا ہے کہ گذشتہ سال کی نسبت اس سال حاضری کم ہے یا ٹرانسپورٹ کے مسائل ہیں یا اور کچھ وجوہات ہیں یا لوگوں کو لندن سے یہاں آنے میں دقّت ہے۔ جو دُور کی مجالس ہیں وہ تو یقیناً آئی ہوں گی۔ جس طرح لندن کے لئے آنا ہے اُسی طرح اسلام آباد آنا ہے۔ لیکن لگتا ہے کہ لندن کی حاضری یا اجتماع میں شمولیت اس دفعہ کم ہے۔ بہر حال جو بھی وجہ ہے۔ اور یہاں اجتماع کرنے کے باقی انتظامی لحاظ سے بھی کیا فائدے اور کیا نقصان ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں بھی بعد میں آپ لوگوں کے تأثرات سے ہی علم ہو سکتا ہے۔

اب میں اپنے مضمون کی طرف آتا ہوں اور آپ سے چند باتیں کہنی چاہتا ہوں جس کی آج کے احمدی معاشرے میں مردوں اور عورتوں دونوں کو بہت ضرورت ہے۔ لیکن کیونکہ میں آپ سے مخاطب ہوں اس لئے عورتوں کے حوالے سے بات کروں گا اور یہ تمام باتیں قرآن کریم اور احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم پر بنیاد رکھتے ہوئے میں کر رہا ہوں اور ظاہر ہے خلیفہ وقت جب بھی کوئی بات کرتا ہے تو انہی پر بنیاد رکھتے ہوئے بات کرتا ہے اس سے باہر نہیں جا سکتا۔ اس لئے ایک احمدی مسلمان کے ذہن میں کبھی یہ سوال نہیں اٹھنا چاہئے کہ یہ مشرق میں رہنے والی عورت کے لئے باتیں ہیں یا مغرب میں رہنے والی عورت کے لئے باتیں ہیں۔ مغرب میں رہنے والی عورتوں سے مراد وہ احمدی عورتیں ہیں جو خالصتاً مغربی نسل یعنی یورپین قوموں سے ہیں۔ مختلف اقوام کے جو لوگ ہیں جنہوں نے احمدیت کو قبول کیا۔ یا ایشین اور افریقن قوموں کی احمدی ہیں جو یہیں پیدا ہوئیں اور یہیں پلی بڑھیں یا بچپن یا جوانی کی عمر میں یہاں آکر آباد ہو گئیں۔ اگر ہمارا یہ دعویٰ ہے اور یہ دعویٰ یقیناً اسلام کے دعویٰ، قرآن کریم کے دعویٰ اور آنحضرت ﷺ کے دعویٰ کے عین مطابق ہے کہ اسلام دینِ فطرت ہے اور اس میں بیان کردہ احکامات اور تعلیمات ایسی ہیں جن کے متعلق یہ کہا ہی نہیں جا سکتا کہ اس پر عرب قوم کے لئے عمل کرنا تو آسان تھا لیکن عرب دنیا سے باہر اس پر عمل کرنا مشکل ہے۔ نہیں، بلکہ قرآنی تعلیمات جیسی عربوں کے لئے قابل عمل اور اُن کی فطرت کے مطابق تھیں ویسی ایشیا کے دوسرے ممالک کے لئے قابل عمل اور فطرت کے مطابق ہیں اور اُسی طرح یورپ کے لئے بھی ہیں اور افریقہ میں بسنے والوں کے لئے بھی ہیں اور جزائر میں رہنے والے لوگوں کے لئے بھی ہیں اور امریکہ کے رہنے والے لوگوں کے لئے بھی ہیں اور اسی طرح یہ تعلیم جیسی آج سے پندرہ سو سال پہلے قابل عمل تھی ویسی آج بھی قابل عمل ہے اور قیامت تک یہی ایک مذہب ہے جو انسانی فطرت کے مطابق اپنی تعلیم پیش کرنے والا ہے۔ پس یہ خیال کرنا کہ اسلام کوئی دقیانوسی اور پرانے زمانہ کا مذہب ہے، اس کے احکامات بڑے سخت ہیں، اس میں سختی اور شدت پائی جاتی ہے، یہ سب لغو اعتراضات ہیں، فضول اعتراضات ہیں جو آجکل بڑی شدت سے غیر مسلم معترضین کی طرف سے اسلام پر کئے جاتے ہیں۔

قرآن کریم وہ جامع اور مکمل ضابطہ اخلاق ہے جس نے گھریلو سطح سے لے کر بین الاقوامی سطح تک اور بچوں کے حقوق و فرائض سے لے کر حکومتوں کے حقوق و فرائض تک تمام باتیں بیان فرما دی ہیں۔ گھریلو امن و سلامتی کے قائم رکھنے کے اصول

بھی بتادیئے اور معاشرے کے امن اور سلامتی کے قائم رکھنے کے اصول بھی بتادیئے۔ اور پھر بین الاقوامی سطح پر قیامِ امن کے لئے سنہری اصولوں کی نشاندہی بھی فرمادی۔ آج بھی دنیاوی طور پر اپنے آپ کو بڑا ترقی یافتہ سمجھنے والے جو لوگ ہیں اور جو اپنے آپ کو روشن دماغ سمجھتے ہیں، اُن کے سامنے جب اسلام کی خوبصورت تصویر پیش کی جائے تو بے اختیار اُن کا پہلا ردّ عمل یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ اسلامی تعلیم ہے تو اس سے تو سوائے امن، پیار، محبت اور بھائی چارے کے کچھ نہیں پھیل سکتا۔ یہ پیار، امن، محبت اور بھائی چارہ پھیلانے والی تعلیم ہے۔ پس کسی سچے احمدی مسلمان عورت یا مرد۔ نوجوان یا بچے کو اس بات پر شرمسار نہیں ہونا چاہئے، شرمندہ نہیں ہونا چاہئے۔ کسی قسم کے احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ ہم مسلمان ہونے کی وجہ سے بعض تعلیمات پر عمل کر کے لوگوں کے تمسخر کا نشانہ بن سکتے ہیں۔ لوگ ہمارے پردے کا مذاق اڑاتے ہیں یا ہمارے برقعہ کا مذاق اڑاتے ہیں، یا ہمارے لباس کا مذاق اڑاتے ہیں یا ہماری نماز کے طریق کا مذاق اڑاتے ہیں۔ نوجوان بچیوں کو اور اُن لوگوں کو جو کسی بھی وجہ سے یہاں کے لوگوں کی باتوں کو سن کر کسی قسم کے complex کا شکار ہو جاتے ہیں اس کی بالکل کبھی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ اگر یہاں لوگوں کو، نوجوانوں کو جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے، جن کے چرچ بھی اب فروخت کے لئے بازار میں رکھ دیئے گئے ہیں، اس بات پر فخر ہے کہ ہم ہی صحیح ہیں اور آزادی کے نام پر جو چاہو کرلو اور وقت ثابت کر رہا ہے کہ اُن کی اس سوچ کے نتائج اُنہیں اخلاقی گراوٹوں میں گراتے چلے جا رہے ہیں۔ بچے ہیں تو وہ ماں باپ کی بے ادبی میں اس قدر بڑھ گئے ہیں، جیسا کہ مَیں اپنے خطبے میں بھی ذکر کر چکا ہوں کہ اب اس غیر ضروری اور بچوں کے بے جا حقوق کے تحفظ کے خلاف ٹی وی پروگراموں پر آوازیں بھی اٹھنے لگ گئی ہیں کہ معاشرے کا امن، گھروں کا سکون اور بچوں کے اخلاق اس قدر نیچے گر رہے ہیں اور تباہی کی طرف جا رہے ہیں کہ اس کا سدّباب کرتے ہوئے ہمیں کچھ حدود لاگو کرنی پڑیں گی۔ پھر میاں بیوی کے تعلقات اور رشتوں کو قائم رکھنا ہے تو وہ گرتے چلے جا رہے ہیں اور انحطاط پذیر ہیں۔ برداشت نہ ہونے کی وجہ سے رشتے ٹوٹ رہے ہیں۔ طلاقوں کی شرح بے انتہا ہے۔ Arranged marriage کو نشانہ بنایا جاتا ہے اور اس کو رشتے ٹوٹنے کی وجہ بیان کیا جاتا ہے۔ جو یہاں کے رہنے والے ہیں جو مسلمان نہیں ہیں جو احمدی نہیں ہیں۔ ان لوگوں کے تو arranged marriage نہیں ہوتے پھر کیوں اتنے زیادہ ان کے رشتے ٹوٹتے ہیں۔ اکثریت کے رشتے ٹوٹ رہے ہیں، ان کی ایک بہت بڑی شرح جو ہے جو percentage ہے، اُن کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں باوجود اس کے کہ یہ اپنی پسند کی شادیاں کر رہے ہوتے ہیں۔ رشتے ٹوٹنے کی کچھ اور وجہ بھی ہے جو بے صبری ہے اور تقدس کی پامالی ہے۔ عورت نہ خود اپنا تقدس قائم رکھتی ہے اور نہ ہی مرد اس کا تقدس قائم رکھتا ہے اور پھر بے اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کے نتیجے میں پھر رشتے ٹوٹتے چلے جاتے ہیں۔ بہت سے بچے جن کے single parents ہیں بہت سی برائیوں میں مبتلا ہیں۔ نہ ہی ان پر معاشرہ کی کوئی پابندی ہے نہ مذہب کی طرف سے کوئی پابندی ہے کہ کن پابندیوں میں ان کو رکھنا ہے تاکہ وہ مفید وجود بن سکیں۔ نہ قانون کی کوئی پابندی ہے بلکہ اگر ان کو کچھ کہا جائے تو قانون ان کی حمایت کرتا ہے۔ نتیجہ سامنے ہے کہ ان single parents کے بچے بچپن میں بھی اور پھر جب teenagers میں شمار ہوتے ہیں تو ان کے جرائم کی شرح بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ یہ بچے اس لئے جرم نہیں کرتے کہ کسی کا کوئی مقصد ہے۔ چاہے کوئی غلط مقصد ہی ہو لیکن کوئی مقصد تو ہونا چاہئے جس کے لئے یہ کام کر رہے ہوں۔ بلکہ اس لئے ایسا کرتے ہیں کہ یہ دل بہلاوا ہے۔ چند لڑکے لڑکیاں اکٹھے ہو کر gang بنا لیتے ہیں اور پھر fun کے طور پر دوسروں کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ اور جوں جوں معاشی مسائل بڑھ رہے ہیں آجکل inflation کی وجہ سے credit crunch کی وجہ سے، میاں بیوی کے تعلقات کے مسائل بھی بڑھ رہے ہیں۔ اور بچوں کی اخلاق سوزیوں کے مسائل بھی بڑھ رہے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ

یہاں تو لڑکے لڑکیاں اپنی مرضی سے شادی کرتے ہیں میری مراد اُن لوگوں سے ہے جو احمدی نہیں ہیں۔ ان میں سے اکثریت کی بظاہر بڑی محبت کی شادیاں ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود کچھ عرصے کے بعد ایک بہت بڑی شرح ان رشتوں کو توڑ دیتی ہے اور پھر مرد اور عورت اپنی اپنی نئی دنیا بسانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اور پھر بعض اوقات ایسے معاملات بھی آتے ہیں کہ مرد نے عورت کی پہلی اولاد کو ظالمانہ طور پر مار دیا ٹی وی پر بھی خبریں آتی ہیں کسی کو مکے مار مار کر مار دیا تو کسی کا گلا دبا کے مار دیا تو کسی کو کسی اور ذریعے سے قتل کر دیا اور ان بچوں کی جو مائیں ہیں جن کے پہلے خاوندوں سے وہ بچے ہوتے ہیں، جب اُن سے پوچھو کہ تمہارے بچے کو تمہارا دوست یا نیا خاوند مار رہا تھا تم نے کچھ نہیں کیا۔ تو وہ بھی یہی جواب دیتی ہیں کہ میرے محبوب اور میرے دوست نے جو اُس کی مرضی تھی کیا اور مجھے بھی اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ اُس نے میرے بچے کو مار دیا۔ گویا ماں جو ممتا اور پیار اور قربانی کی اعلیٰ ترین مثال سمجھی جاتی تھی، ظلم و بربریت کی مثال بنتی جا رہی ہے۔ کیا یہ تعلیم کی وہ روشنی اور ترقی ہے جس کی تقلید ایک احمدی عورت اور ایک بچی کرے جبکہ اُس کے پاس خدا تعالیٰ کی ناقابل مثال تعلیم کا خزانہ موجود ہے۔ پس احمدی نوجوان کو چاہے وہ لڑکی ہے یا لڑکا ہے، اس بات پر فخر ہونا چاہئے کہ ہمارے پاس ہمارے زندہ خدا کی طرف سے، ہمارے زندہ رسول کی طرف سے ایک تعلیم اتاری گئی ہے۔ اور وہ زندہ قرآنی تعلیم کا ایک ایسا خزانہ ہے جو ہماری دنیا و آخرت سنوارنے والا ہے اور ہماری نسلوں کی دنیا و آخرت سنوارنے والا بھی ہے۔ ہمارے گھروں کے در و دیوار کو پیار و محبت کے حسن سے آراستہ کرنے والا بھی ہے۔ ہمارے گھروں کو اُس روشنی سے منور کرنے والا ہے جو ہمارے ظاہر کو بھی روشن کرتی ہے اور ہماری روح کو بھی روشن کرتی ہے۔ ہمیں اس دنیا میں بھی جنت کے نظارے دکھاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے ہم اُس پر عمل کر کے دیکھتے ہیں۔ اور وہ ہماری اخروی زندگی میں بھی جو ہمیشہ رہنے والی ہے خدا تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں ہمیں داخل کرے گی۔ انشاء اللہ۔

پس اس تعلیم کی قدر کریں جو خدا تعالیٰ نے ہمیں دی ہے اور اس دنیا کی زندگی کی فکر نہ کریں بلکہ اُس زندگی کی فکر کریں جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔

یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے یہ نکاح کے موقع پر پڑھی جانے والی آیات میں سے ایک آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں فرماتا ہے کہ: "اے لوگو اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر اُن دونوں میں سے مردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو۔ اور رحموں کے تقاضوں کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے"۔ ان آیات میں ایک ایسا مضمون بیان ہوا ہے اگر دونوں فریق اس پر عمل کریں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ گھریلو جھگڑے ہوں، رنجشیں پیدا ہوں اور رشتے ٹوٹیں یا سسرال سے مسائل پیدا ہوں۔ اس آیت میں فرمایا کہ "تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے"۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ تمہیں ایک مشترکہ مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے مرد اور عورت، خاوند اور بیوی اِس مشترک مقصد کی تلاش میں رہو۔ اُسے ڈھونڈو اور اس میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ یہ نیا رشتہ قائم ہو جانے کے بعد معاشرے کے امن کے لئے دونوں کوشش کرو اور اس کی سب سے پہلی بات یا ابتداء وہ ہے جو اس رشتہ کی وجہ سے دو خاندانوں کے بندھن کے ذریعہ آپس میں تعلق پیدا ہوا ہے۔ پس اس تعلق کو اس نہج پر چلاؤ کہ رشتوں میں مضبوطی آئے، دراڑیں نہ آئیں۔ رشتے نہ پھٹیں۔ لڑکی کو خاوند یا سسرال کی بات بری لگے تو صبر اور دعا کے ذریعے سے اس کا بہتر نتیجہ نکالنے کی کوشش کرے۔ اگر شروع میں ہی جب ابھی ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھا ہی نہیں گیا ہوتا۔ اس وقت اگر خاوند یا سسرال کی باتیں اپنی سہیلیوں یا گھر والوں سے

کروگی تو رشتوں میں دراڑیں آجائیں گی، رشتے ٹوٹنے لگ جائیں گے۔

یہاں جو یہ فرمایا کہ رحموں کے تقاضوں کا خیال رکھو تو اس کے گہرے علمی معنوں کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ رحمی رشتے صرف اپنے رحمی رشتے نہیں ہیں، اپنے خون کے رشتے نہیں ہیں بلکہ خاوند اور بیوی کے جو اپنے اپنے رحمی رشتے یا خون کے رشتے تھے، وہ شادی کے بعد ایک دوسرے کے رحمی رشتے بن جاتے ہیں۔ یعنی خاوند کے ماں باپ بہن بھائی بیوی کے ماں باپ بہن بھائی بن جاتے ہیں اور اسی طرح بیوی کے ماں باپ، بہن، بھائی خاوند کے ماں باپ بہن بھائی بن جاتے ہیں۔ جب یہ سوچ ہوگی تو کبھی رشتوں میں دوریاں پیدا نہیں ہوسکتیں۔ کبھی تعلقات خراب نہیں ہوسکتے۔ پس فرمایا کہ ان کے حق دونوں کو اس طرح ادا کرنے چاہئیں جس طرح اپنے رشتہ داروں ماں باپ بہن بھائی کے حق ادا کرتے ہو۔ یہ حکم صرف لڑکی کے لئے نہیں ہے بلکہ جیسا کہ میں نے کہا آپس کے تعلقات نبھانے کے لئے اِسی طرح لڑکے کو بھی صبر اور دعا کا حکم ہے جس طرح لڑکی کو ہے۔ اور اسی طرح دونوں طرف کے سسرالوں کا بھی فرض ہے کہ لڑکے اور لڑکی کی غلط طور پر رہنمائی کر کے یا نامناسب باتیں کر کے رشتوں میں دراڑیں ڈال کر معاشرہ کا امن اور سکون برباد نہ کریں اور اسی طرح اس پہلی آیت میں یہ سبق بھی دے دیا ہے کہ اس شادی کے نتیجے میں جو تمہاری اولاد پیدا ہوگی اس کی نیک تربیت تم دونوں پر فرض ہے تا کہ آئندہ پھر معاشرہ میں نیکیاں پھیلانے والی نسل چلے اور فرمایا یہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک تم اللہ کا تقویٰ اختیار نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرنا۔ اپنی تمام ذاتی خواہشات کو پیچھے چھوڑ دینا اور صرف اور صرف یہ مقصد سامنے رکھنا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے خوش ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یاد رکھو مجھے دھوکہ نہیں دیا جاسکتا کیونکہ میں تمہارے ہر فعل اور عمل پر ہر وقت نگرانی کر رہا ہوں۔

پس اگر احمدی جوڑے اس حکم کو سامنے رکھیں تو وہ اُن احکام کی تلاش بھی کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے نکاح کی آیات میں پانچ جگہ تقویٰ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ پس ہو ہی نہیں سکتا کہ جو اس حد تک خدا تعالیٰ کے تقویٰ کو مدنظر رکھے اس کا گھر کبھی فساد کا گڑھ بن سکتا ہے، یا کبھی اس میں فساد پیدا ہو سکتا ہے۔ کبھی لڑائی جھگڑے اس میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور اسی طرح جو رحمی رشتوں کا پاس کرنے والا ہو گا۔ جو ایک دوسرے کے رشتوں کا پاس کرنے والا ہو گا۔ ان کا خیال رکھنے والا ہو گا اس کی دعاؤں کی قبولیت کی خوشخبری بھی اس میں دے دی گئی ہے۔

پس اس سے پھر روحانی ترقی کے راستے کھلتے ہیں گویا آپس کی شادی بیاہ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے تعلق صرف دنیا کی خاطر نہیں ہیں، صرف ظاہری نسل چلانے کے لئے نہیں ہیں۔ یہ اس لئے قائم رکھنے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کی جائے۔ تو پھر یہ اولادوں کی اچھی تربیت کرنے میں بھی کردار ادا کرتے ہیں۔ معاشرہ کے امن میں بھی کردار ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنے میں بھی کردار ادا کرتے ہیں۔

پس جہاں مرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنی شادی اور عائلی تعلقات کو خدا کی رضا کا ذریعہ بنائے اُسی طرح یہ عورت کی بھی ذمہ داری ہے کہ ذاتی خواہشات اور جذبات کو ایک بڑے مقصد کی خاطر قربان کرے۔ اور وہ بڑا مقصد جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ سے تعلق اور نیک نسل کا پھیلانا ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان آیات کا انتخاب کیا کہ شادی جو سب سے زیادہ جذبات کی تسکین اور لذت کا ذریعہ ہے، اس میں صرف ذاتی لذّات اور جذبات کی تسکین کو ہی سب کچھ نہیں سمجھنا بلکہ اس میں بھی تقویٰ کو نہیں بھولنا، اللہ تعالیٰ کے خوف کو نہیں بھولنا، اگلی نسلوں کی تربیت کو نہیں بھولنا، معاشرہ کے امن کو نہیں بھولنا۔ دنیا داروں کی طرح اپنی ذاتی لذّات کی خاطر بچوں کے گلوں پر چھریاں نہیں پھیر دینا بلکہ اس امانت کی حفاظت کرنا۔ اور حفاظت اس

صورت میں ممکن ہے جب اس کی بہترین تربیت کی جائے، جب گھر کے ماحول کو پرسکون رکھا جائے، جب آپس میں میاں بیوی میں اعتماد کی فضا ہو اور اسی کے لئے پھر یہ راستہ بتایا کہ صاف اور سچائی سے پُر باتیں کرو۔ اور ان میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے اپنے ہر کام انجام دو۔ کیونکہ اس سے پھر اعتماد پیدا ہوتا ہے اور رشتوں میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے اور یہی تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ جب مومنوں کو نصیحت فرماتا ہے تو آئندہ کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کی طرف بھی توجہ فرماتا ہے اور آئندہ زندگی کے حوالے سے ہی نہیں، اس دنیا میں نیک اعمال بجالانے کے لئے بھی فرماتا ہے کہ یہ اعمال بجالاؤ تو اس دنیا میں بھی تمہیں جنت ملے گی۔ پس یہ گُر اگر ہم پلّے باندھ لیں، مرد بھی اور عورتیں بھی، نئے شادی شدہ جوڑے بھی اور پرانے شادی شدہ جوڑے بھی۔ کیونکہ بعض رشتوں میں دراڑیں اُس وقت پیدا ہوتی ہیں جب چار چار پانچ پانچ بچے بھی پیدا ہو چکے ہوتے ہیں اور پھر ایک دوسرے سے نفرتیں پیدا ہو رہی ہوتی ہیں۔ اگر اپنا اصول یہ بنالیں کہ صبر اور دعا سے کام لینا ہے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا ہے تو تمام عائلی مسائل جو ہیں وہ محبتوں میں بدل جائیں گے اور یہ تبدیلی ہر ایک میں پیدا ہونی چاہئے ہر احمدی میں پیدا ہونی چاہئے ورنہ وہ اس عہد کو پورا کرنے والا نہیں ہوگا جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا ہے۔

بہت سے مسائل گھروں میں اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ اگر مرد غلطی کرتا ہے تو عورت بھی ویسا ہی ردّ عمل دکھاتی ہے۔ جس سے جھگڑے کم ہونے کے بجائے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ بے شک یہ مرد کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ عورتوں کا خیال رکھے، اُن کے حق ادا کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہاں تک فرمادیا ہے کہ اگر مرد کو پتہ ہو کہ بیوی کے حقوق ادا نہ کرنے کی صورت میں اُس پر کتنا بڑا گناہ ہے اور وہ کس طرح خدا تعالیٰ کی پکڑ میں آئے گا تو اس سزا کے خوف سے شاید مرد شادی ہی نہ کریں اور بیوی کے حق کے بارے میں جو ظاہری حق ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ بیوی کا حق یہ ہے کہ خاوند جو کھائے بیوی کو کھلائے، خاوند جو پہنے بیوی کو پہنائے، اُسے گھر سے نہ نکالے۔ آجکل تو کئی ایسے معاملات آتے ہیں کہ خاوند نے یا سسرال نے لڑکی کو گھر سے نکال دیا اور بیچاری کو سڑک پر کھڑا کر دیا۔

پھر آنحضرت ﷺ نے مردوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مومنوں میں ایمان کے لحاظ سے کامل ترین مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں خُلق کے لحاظ سے (اخلاق کے لحاظ سے) بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں سے بہترین سلوک کرتا ہے۔ تو اس حد تک مرد کو توجہ دلائی گئی ہے کہ خیال رکھو لیکن جو پھر بھی خیال نہیں رکھتے ان کی بد قسمتی ہے۔ لیکن عورت کو، خاص طور پر اُن عورتوں کو جن کی اولاد بھی ہوگئی ہے اپنی پوری کوشش کرنی چاہئے کہ گھر کے ٹوٹنے کو جس حد تک بچایا جا سکے بچایا جائے۔ ذرا ذرا سی بات پر عورتیں بھی بعض دفعہ پولیس بلوا کر مردوں کو گھروں سے نکال دیتی ہیں۔ یہ عمل اُس وقت کرنا چاہئے جب ظلم کی انتہا ہو جائے۔ جب مرد باز ہی نہ آرہا ہو اور ظلم کرتا چلا جائے تو عورت کو حق ہے ضرور کرے اور ساتھ ہی پھر جماعتی نظام کو بھی اطلاع کرے۔ کیونکہ ذراسی بات پر ذراسی رنجشوں پر وقتی غصے میں رشتے ٹوٹ جاتے ہیں لیکن پھر جو نوجوان لڑکیاں ہیں اُن کے پھر آئندہ رشتوں کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اگر والدین زندہ ہیں تو ان کے لئے فکروں میں نیا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور جیسا کہ میں نے کہا کہ صرف یہی نہیں بلکہ یہاں کے معاشرے میں ہمیں جو مثالیں نظر آتی ہیں کہ single parents والے بچے، ماں یا باپ جو بھی انہیں پال رہا ہے، اس کے کنٹرول میں نہیں رہتے اور سکولوں میں اکثر ایسے بچوں کی شکایات آتی رہتی ہیں۔ جتنے لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں وہ اکثر ایسے بچوں کی طرف سے ہو رہے ہوتے ہیں۔

عورتوں کے مقام کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے کیا خوبصورت تعریف فرمائی ہے فرمایا کہ دنیا سامانِ زیست ہے یعنی دنیا جو ہے اس زندگی کا سامان ہے اور نیک عورت سے بڑھ کر کوئی

سامانِ زیست نہیں ہے۔ کوئی نیک عورت ہو تو اس سے بڑھ کر دنیا کا کوئی سامان بہترین نہیں ہے۔ پس اس میں جہاں مردوں کو توجہ دلائی کہ نیک عورت سے شادی کرو، وہاں عورت کے لئے بھی غور کا مقام ہے کہ اپنی زندگی کو اس طرح ڈھالنے کی کوشش کریں جس طرح خدا تعالیٰ اور اس کے رسول چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے بہترین بیوی کی کیا تعریف فرمائی ہے، فرمایا جو خاوند کے کام کو خوشی سے بجالائے اور جس سے روکے، اس سے رُک جائے۔ اگر خاوند میں تقویٰ نہ ہو تو یہ بہت مشکل بات ہے لیکن پھر بھی گھروں کو بچانے کے لئے رشتوں کو بچانے کے لئے جس حد تک ہو سکے کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ حتّی الوسع جھگڑوں کو ختم کرنے کے لئے یہ کوشش کرنی چاہئے۔ تقویٰ پر چلنے والے جس گھر کی آنحضرت ﷺ نے تعریف فرمائی ہے اور اُس کے لئے پھر رحم کی دعا مانگی ہے وہ گھر ہے جس میں رات کو خاوند نوافل کی ادائیگی کے لئے اٹھے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے، اگر گہری نیند میں ہے تو پانی کا ہلکا سا چھینٹا دے۔ اسی طرح اگر عورت پہلے جاگے تو یہی طریق خاوند کو جگانے کے لئے اختیار کرے اور جب ایسے گھروں میں خاوند بیوی کے نوافل کے ذریعے راتیں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے جاگیں گی تو وہ گھر حقیقتاً جنت نظیر ہوں گے۔

ایک جھگڑا میرے پاس آیا۔ مرد کے ظلم کی وجہ سے رشتہ ٹوٹنے لگا تھا۔ اُس عورت کے چار پانچ بچے بھی تھے۔ میں نے سمجھایا کچھ اصلاح ہوئی لیکن پھر مرد نے ظلم شروع کر دیا۔ پھر عورت نے خلع کی درخواست دے دی۔ آخر پھر دعا اور سمجھانے سے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ان دونوں کی صلح ہو گئی اور اب فجر کی نماز جب مسجد میں پڑھنے آتے ہیں اور جب میں اُن کو جاتے ہوئے دیکھتا ہوں تو بڑی خوشی محسوس ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عقل دی اور انہوں نے اپنے بچوں کی خاطر دوبارہ اپنے رشتے جوڑ لئے۔ تو عورت کو اور مرد کو ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہئے کہ صرف اپنے جذبات کو نہ دیکھیں بلکہ بچوں کے جذبات کو بھی دیکھیں۔ اُن کا بھی خیال رکھیں۔ اسی طرح عورت کو آنحضرت ﷺ نے عبادت کی طرف بھی توجہ دلائی لیکن اس توجہ دلانے کے باوجود آپؐ نے عبادت کی کچھ حدود مقرر فرما دی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ خاوند کی اجازت کے بغیر عورت نفلی روزے نہ رکھے۔ فرض روزے تو فرض ہیں لیکن نفلی روزے اُس کی اجازت کے بغیر نہ رکھے اور آپس کی اعتماد کی فضا کو قائم رکھنے کے لئے اس بات کی بھی تلقین فرمائی کہ خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر کے اندر نہ آنے دے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ مرد ضرورت سے زیادہ من مانیاں بھی کرنے لگ جائیں۔ بہر حال بعض گھر ایسے ہوتے ہیں جہاں بلاوجہ ایسے لوگوں کو بلایا جاتا ہے جس سے بداعتمادیاں پیدا ہوتی ہیں اس لئے عورت کو ہمیشہ احتیاط کرنی چاہئے۔ فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو اپنی مومنہ بیوی سے کبھی نفرت اور بغض نہ رکھو اور اس کی اُن باتوں پر نظر رکھو جو اچھی اور پسندیدہ ہیں۔ بلاوجہ کے نقص نہ نکالتے رہو۔ یہ دیکھیں مردوں کو نصیحت فرمائی کہ عورتوں کا کس طرح خیال رکھنا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے رشتہ کرتے وقت بھی بچیوں کے حق قائم فرمائے۔ ایک دفعہ ایک باپ نے اپنی بیٹی کا ایک رشتہ تجویز کیا۔ لڑکی کو رشتہ پسند نہیں تھا اُس نے وہ رشتہ ردّ کر دیا۔ تو آنحضرت ﷺ تک یہ معاملہ آیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو لڑکی کی پسند ہے اس کے مطابق رشتہ ہو گا۔ تو لڑکیاں بھی اگر تقویٰ پر چلتے ہوئے اپنے رشتوں کی بات کریں یا پسند کا اظہار ماں باپ سے کر دیں تو ان کو اس پر ضرور غور کرنا چاہئے صرف ضد یا خاندانی ایسے مسائل کو سامنے نہیں رکھنا چاہئے۔ اپنے رشتوں کے بارے میں لڑکیوں کو بھی اور اُن کے ماں باپ کو بھی دعا کر کے فیصلے کرنے چاہئیں۔ اس کو بنیاد بنا کر قطعاً یہ نہیں ہونا چاہئے کہ جب میں نے کہہ دیا کہ لڑکیاں اپنی مرضی سے رشتے کر سکتی ہیں تو جماعت سے باہر کسی ایسے لڑکے سے رشتہ کرنے کی کوشش کریں جو واضح طور پر ایک تو احمدی نہیں ہے اور اگر احمدی ہے تو دینی معیار اور جماعت سے تعلق میں بہت زیادہ گرا ہوا ہے۔ اس کا بھی

لڑکیوں کو خیال رکھنا چاہئے۔ ایسی صورت میں اگر کوئی بات ہے تو خلیفۂ وقت کے پاس معاملہ آتا ہے تو پھر وہ نظام کے ذریعے سے جائزہ لے کر مشورہ دے سکتا ہے کہ شادی کی اجازت دینی ہے یا نہیں دینی۔ جس طرح کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں معاملہ پیش ہوا تھا۔

لیکن ایک شریف اور مومنہ بچی کو یہ بات بھی سامنے رکھنی چاہئے کہ ایک مرتبہ جب آنحضرت ﷺ نے باپ کو کہا کہ بچی کی خواہش کے مطابق رشتہ کرو تو بچی جو حقیقی مومنہ تھی اس نے عرض کیا کہ میں نے تو لڑکیوں کے حقوق قائم کروانے کے لئے یہ معاملہ آپؐ کے سامنے پیش کیا تھا کہ بعض اوقات ظالمانہ طور پر بچیوں کو مجبور کیا جاتا ہے کہ تم ضرور یہاں رشتہ کرو ورنہ ماں باپ ساری زندگی تمہارے سے ناراض رہیں گے، کوئی توجہ نہیں دیں گے۔ اُس لڑکی نے عرض کیا کہ یہ حق کیونکہ آپ ﷺ نے اب قائم فرما دیا ہے اس لئے اب مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، میرا باپ بے شک اپنی خواہش کے مطابق میرا رشتہ کر دے۔ یہ اُس لڑکی کی بھی نیکی اور تابعداری تھی۔ یہ اعلیٰ فرمانبرداری اور ماں باپ کے احترام کا خُلق ہے جو بچیوں کو بھی دکھانا چاہئے۔ بچیاں بھی ضد نہ کریں بلکہ دعا کریں اور دعا کے بعد اگر اُن کو شرح صدر ہوتی ہے، بعض لوگوں کو واضح طور پر کوئی خوابیں بھی آجاتی ہیں، خواہش کے مطابق خوابیں نہیں بلکہ خالی الذہن ہو کر اگر دعا کریں اور پھر اگر خواب آئے تو ماں باپ کو بتانی چاہئے۔ ماں باپ کو بھی صرف خود دعائیں نہیں کرنی چاہئیں بلکہ کسی اَور سے بھی دعا کروانی چاہئے کہ آیا یہ رشتہ بہتر بھی یا نہیں ہے۔

**اس وقت میں امّ المؤمنین حضرت اماں جانؓ کی بعض نصائح بھی آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو آپؓ نے اپنی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑی بیٹی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی رخصتی کے وقت اُنہیں کی تھیں۔** اُن میں سے بعض باتیں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ آپؓ نے فرمایا کہ اپنے خاوند سے چھپ کر یا وہ کام جسے خاوند سے چھپانے کی ضرورت سمجھو، ہرگز کبھی نہ کرنا۔ شوہر نہ دیکھے مگر خدا دیکھتا ہے اور بات آخر کار ظاہر ہو کر عورت کی وقعت کھو دیتی ہے۔ اس کی عزت اور احترام نہیں رہتا۔ فرمایا اگر کوئی کام خاوند کی مرضی کے خلاف سرزد ہو جائے تو ہرگز کبھی نہ چھپانا۔ صاف کہہ دینا کیونکہ اسی میں عزت ہے اور چھپانے میں آخر بے عزتی اور بے وقری کا سامنا ہوتا ہے۔ عورت کا وقار گر جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ کبھی خاوند کے غصے کے وقت نہ بولنا۔ اگر بچہ یا کسی نوکر پر خفا ہو اور تمہیں معلوم ہو کہ خاوند حق پر نہیں ہے، خاوند غصے کی حالت میں ہے، کسی بچے کو ڈانٹ رہا ہے یا کسی اَور کو کچھ کہہ رہا ہے اور تمہیں صاف نظر آ رہا ہو کہ وہ غلط کر رہا ہے تب بھی اُس کے سامنے اُس وقت نہ بولو۔ فرمایا کہ غصے میں مرد سے بحث کرنے والی عورت کی عزت نہیں رہتی۔ اکثر جھگڑے اسی لئے بے صبری کی وجہ سے ہو رہے ہوتے ہیں کہ مرد غصے میں آیا، بچوں کو کچھ کہا یا کسی اَور کو کچھ کہا، عورتیں بھی اُسی طرح کا فوراً ردّ عمل دکھاتی ہیں اور جھگڑے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر غصے میں اس ٹوکنے کی وجہ سے تمہیں بھی کچھ کہہ دے تو تمہاری بڑی بے عزتی ہو جائے گی۔ بعد میں جب خاوند کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو بے شک آرام سے اُس کی غلطی کی نشاندہی کر دینی چاہئے۔ اصلاح بھی فرض ہے۔

> مرد اور عورتوں کو یہ نسخہ بھی یاد رکھنا چاہیے جس کا حدیث میں ذکر ملتا ہے کہ غصہ کی حالت میں کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ یا وضو کرو تو غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ میرے پاس جو بعض شکایات آتی ہیں تو میں مردوں کو یہی کہا کرتا ہوں کہ یہاں اس ملک میں تو پانی کی کوئی کمی نہیں۔ تم اپنے شاور یا پانی کی ٹوٹی کھولا کرو اور اُس میں سر نیچے رکھ دیا کرو تو غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔

بہر حال حضرت اماں جانؓ پھر اپنی بیٹی کو یہ نصیحت فرماتی ہیں کہ خاوند کے عزیزوں کو اور عزیزوں کی اولاد کو اپنا جاننا۔ جیسا کہ حدیث میں بھی ذکر آ گیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے سے بھی میں نے بات کی ہے کہ ایک دوسرے کے رحمی رشتوں کو اپنا سمجھو۔ فرمایا کہ کسی کی برائی تم نہ سوچنا خواہ تم سے

کوئی برائی کرے تم سب کا بھلا دل میں بھی چاہنا۔ تمہارے سے کوئی برائی کرتا ہے کرے لیکن تم اپنے دل میں کبھی کسی کی برائی کا خیال نہ لانا اور عمل سے بھی بدی کا بدلہ نہ لینا۔ دیکھنا پھر خدا ہمیشہ تمہارا بھلا کرے گا۔

پھر آپؓ اکثر بچوں اور بچیوں کو یہ نصیحت بھی فرمایا کرتی تھیں کہ اپنے نئے گھر میں جا رہی ہو وہاں کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے تمہارے سسرال والوں کے دلوں میں نفرت اور میل پیدا ہو اور تمہاری اور تمہارے والدین کے لئے بدنامی کا باعث ہو۔ پس سسرال کے معاملات میں کبھی دخل نہیں دینا چاہئے۔ جو اُن کے معاملے ہو رہے ہیں، ہونے دو۔ نہ ہی ساس کی اور نندوں کی باتیں خاوند سے شکوے کے رنگ میں کرنی چاہئیں۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ جو حضرت مسیح موعودؑ کی بڑی بیٹی تھیں جیسا کہ میں نے کہا انہوں نے حضرت خلیفہ اولؓ کی بھی ایک نصیحت بیان فرمائی ہے۔ جو حضرت خلیفہ اولؓ اُن کو بھی کرتے تھے اور دوسری بچیوں کو بھی کیا کرتے تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ آج یہ نصیحت اور اس پر جو عمل ہے پہلے سے زیادہ اہم ہے۔ اور بارہ تیرہ سال کی جو بچیاں ہیں، جوانی کی عمر میں قدم رکھ رہی ہوتی ہیں، اُن کو ضرور یہ دعا کرنی چاہئے۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے آپؓ کو کئی مرتبہ فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کے آگے کوئی شرم نہیں، تم چھوٹی ضرور ہو مگر خدا سے دعا کرتی رہا کرو کہ اللہ مبارک اور نیک جوڑا دے۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی یہ نصیحت بھی بڑی اہم ہے اور آج کل کے ماحول کے لحاظ سے ہے۔ یہ نصیحت بیان کر کے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے فرمایا کہ دعائیں اس لئے ہیں کہ بچے اپنی آئندہ زندگی کے لئے خزانہ جمع کریں۔ اس سوچ کی عمر میں دعائیں اس لئے کرو تا کہ دعاؤں کا خزانہ جمع ہوتا رہے اور اللہ تعالیٰ وقت آنے پر تمہیں اس خزانے میں سے حصہ دے دے لیکن نیک جوڑے مانگتے ہوئے کہیں ابھی سے خیالی پلاؤ نہ پکانے شروع کر دینا۔ ابھی چھوٹی عمر میں ہرگز تم لوگ شادی وادی کے قابل نہیں ہو اور نہ شادی ہو سکتی ہے۔ ابھی تم نے قابل بننا ہے، پڑھنا ہے، جماعت کے لئے مفید وجود بننا ہے۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ رشتے بھی بابرکت ہو جائیں گے۔ پس یہ بات بچوں کو ہمیشہ پلّے باندھنی چاہئے کہ دعا تو ضرور کریں لیکن کسی آئیڈیل کے تصور کو کبھی قائم نہ کریں۔ کیونکہ پھر آئیڈیل کی تلاش میں کئی غلط کام ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح سکولوں میں دوستیاں ہیں اُن میں احتیاط کریں۔ اس کی یعنی دوستیوں میں بڑی محتاط سلیکشن ہونی چاہئے۔ ایسے دوست ہوں یا ایسی سہیلیاں ہوں بلکہ لڑکیوں کی تو سہیلیاں ہی ہونی چاہئیں یا دوست سے میری مراد یہ ہے کہ سہیلیاں دوست، لڑکیاں دوست کہ جو قابل اعتماد ہوں اور برائیوں سے بچنے والی ہوں۔ سکولوں اور کالجوں میں لڑکے لڑکیوں کے ذریعے دوستی دوستی کے نام پر ہی پھر شیطان اپنا کام کر جاتا ہے۔ اور کئی مرتبہ میں کہہ بھی چکا ہوں کہ عورتوں کو بہت زیادہ اپنے تقدس کا خیال رکھنا چاہئے۔ بچیوں کو بہت زیادہ اپنی پاکیزگی اور اپنی عزت کا خیال رکھنا چاہئے اور ہمیشہ یاد رکھیں کہ جو کام آپ اپنے والدین اور بزرگوں اور جماعت کے عہدیداروں کے سامنے نہ کر سکیں وہ غلط ہے، وہ زہر ہے اور گناہوں کی طرف لے جانے والا ہے۔ اس لئے ہمیشہ ایسے صاف ستھرے عمل رکھیں جو ہر ایک کے سامنے کئے جا سکیں۔ ناصرات کی آخری عمر بارہ سے پندرہ سال کی بچیوں اور لجنہ کی ابتدائی عمر کی بچیوں کو خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کیونکہ یہی عمر ہے جس میں شیطان بہت زیادہ انسان کو قابو میں کرتا ہے۔ اور جیسا کہ میں شروع میں بیان کر چکا ہوں غیر مذہب والوں اور خدا سے دور ہٹے ہوئے لوگوں سے کبھی متأثر نہ ہوں۔ **دجال مختلف طریقوں سے اپنے جال میں پھنساتا ہے۔ کبھی پیار سے اور کبھی رعب سے اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتا ہے۔ پس تم نے دعائیں کرتے ہوئے اُس کے حملوں سے بچنا ہے۔**

ایک اہم خواب کا بھی میں ذکر کرنا چاہتا ہوں جو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے دیکھی۔ ایک دفعہ بچیوں کو نصیحت کر رہی تھیں۔ کہتی ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ

السلام ہمارے گھر کے اس صحن میں (قادیان کے صحن کی مثال بیان کر رہی ہیں کہ وہاں) کرسی پر تشریف رکھتے ہیں، کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو میں کرسی کے ساتھ آپؑ کے پاس کھڑی ہوں۔ اُس وقت میری لڑکی منصورہ بیگم سوا ڈیڑھ سال کی تھیں۔ یہ حضرت منصورہ بیگم تھیں جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی پہلی بیگم تھیں۔ کہتی ہیں کہ وہ میری گود میں تھی تو مَیں نے دیکھا وہ بھی ایک طرف پھر رہی ہے کہ ایک سفید پوش شخص آیا۔ ایک شخص آیا جس نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور ایک جانب کھڑا ہو کر کہا کہ حضور علیہ السلام! لڑکیوں کی بابت کیا حکم ہے۔ تو حضرت مسیح موعودؑ نے نظر اٹھائی اور بہت پُر جوش آواز میں فرمایا کہ جب تک تم اپنی لڑکیاں بنیادوں میں نہیں دو گے احمدیت کی عمارت کھڑی نہیں ہو سکتی۔ تو کہتی ہیں کہ خواب کے بعد اس وقت یہ تعبیر میرے ذہن میں آئی اور یہ بڑی صحیح تعبیر ہے کہ ایک تو لڑکیوں کو تعلیم دینی اور نیک تربیت کرنا ضروری ہے۔ اُن کی تعلیم کا بھی خیال رکھنا چاہئے اور ساتھ ہی اُن کی نیک تربیت کا بھی خیال رکھنا چاہئے تاکہ وہ آگے اولادوں کی دینی تعلیم و تربیت پر پوری طرح توجہ کر سکیں جب اُن پر وقت آئے اور مبارک نسل کا سلسلہ چلتا رہے۔ دوسرے یہ کہ لڑکوں کی بیویاں بھی احمدی لائیں۔ یہ بڑی عورتوں کے لئے بھی نصیحت ہے بعض دفعہ یہاں آجاتی ہیں کہ فلاں سے رشتہ کر دیں، فلاں سے رشتہ کر دیں، ہمارا لڑکا مانتا نہیں۔ تو اُس کو منوائیں کہ لڑکوں کی بیویاں بھی احمدی لائیں۔ آخر احمدی لڑکیوں نے بھی کہیں بیاہ کر جانا ہے۔ جب احمدی لڑکیوں کو ہم اجازت نہیں دیتے کہ باہر کسی غیر احمدی سے بیاہیں تو پھر لڑکوں کو اپنے جذبات کی قربانیاں دینی چاہئیں اور احمدی لڑکیوں سے بیاہ کرنے چاہئیں۔ کہتی ہیں کہ بیویاں بھی احمدی لائیں تاکہ نسل خراب نہ ہو۔ یہ بھی بڑی ضروری چیز ہے۔ ماں کا اثر بہت ہوتا ہے۔ ماں کی گود سے بچہ پہلا اثر لیتا ہے۔ میں نے بہت احمدی خواتین کو یہ خواب سنائی ہے اور اب بھی لکھتی ہوں کہ زمانے اور باہر کی عام صحبت بہت تباہ کُن ہے۔ آپ سب کا فرض اوّلین ہے کہ احمدیت کی عمارت کی بنیادوں کو اس قابل بنائیں کہ یہ عمارت تاقیامت مضبوط رہے۔ پس لڑکیوں کی معمولی اہمیت نہیں ہے۔

**حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام** نے بڑے جوش سے خواب میں جو یہ فرمایا کہ ان کو بنیادوں میں دو تو اس لئے کہ اگلی نسل کی عمارت جو ہے وہ لڑکیوں نے ہی قائم کرنی ہے۔ جس طرح جس حد تک ہم لڑکیوں کی بہترین تربیت اور ان کی دنیاوی تعلیم بھی، اُن کی دینی تعلیم بھی کر سکتے ہیں کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہر گھر میں اور ہر بچی کے دل میں نیکی اور تقویٰ کا بیج ڈالے اور اُس کے بہترین پھل حاصل ہوں۔ اور یہی اصل چیز ہے جس کو اگر ہم نے قائم کر لیا تو ہماری آئندہ نسلوں کی نیک تربیت کی بھی ضمانت دی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ہوش میں آنے والی بچیوں کا بھی کام ہے کہ اس طرف توجہ دیں۔ ماں باپ کا بھی کام ہے کہ اس طرف خاص توجہ کریں اور لجنہ کی تنظیم کی ہر عہدیدار کا بھی فرض ہے۔ اگر عہدیداران کی اپنی تربیت ہو گی تو وہ آگے تربیت کر سکتی ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے عہدیداران خود اپنی تربیت کی طرف توجہ کریں اور اُس تعلیم کو حاصل کرنے کی کوشش کریں، سمجھنے کی کوشش کریں، عمل کرنے کی کوشش کریں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمائی ہے اور یہی تربیت ہے جو گھریلو مسائل بھی حل کرے گی، معاشرہ کے مسائل بھی حل کرے گی اور جماعتی وقار کو بھی بلند کرے گی اور پھر ہم آئندہ نسلوں کو سنبھالنے اور خدا تعالیٰ کا قرب دلانے کا باعث بھی بنتے چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب بڑوں اور چھوٹوں کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اب دعا کر لیں۔

# حضرت الحاج مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفتہ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمتِ قرآن

(تسنیم لطیف، Cheam)

**فضلِ عمر** حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفتہ المسیح الثانیؓ کی خدمتِ قرآن کا باب بے پناہ وسعتوں، ندرتوں اور عظمتوں کا حامل ہے۔ آپؓ کی پیدائش سے بھی پہلے ملاء اعلیٰ میں اِس اعزاز کے بخشے جانے کے چرچے یوں شروع ہو چکے تھے کہ قبولیت دعا کے نتیجے میں ایک عظیم الشان پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا ہوئی۔ اور ہم جانتے ہیں کہ اُس میں یہ بشارت دی گئی تھی کہ حضور علیہ السلام کو جو پسرِ موعود عطا کیا جائے گا، دیگر خوبیوں کے ساتھ یہ اِمتیازی وصف بھی اُسے عطا کیا جائے گا کہ اُس کے ذریعے **کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو گا۔**

آیئے دیکھتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ کی ذات بابرکات سے کلام اللہ کا مرتبہ کِس کِس شان سے ظاہر ہوا اور اس لعلِ تاباں کی کِرنوں سے کُل عالم کیونکر منور ہوا۔

اوائل بچپن سے ہی ایک طرف قرآن کی محبت کا شکار آپؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بنایا تو دوسری طرف قرآنی علوم کی چاٹ حضرت مولانا حکیم نورالدینؓ کی بدولت بھی عطا ہوئی۔

لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ خود خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو وہ رازدانِ قرآن بنا دیا جس نے قرآن کی عظمتوں اور رِفعتوں کو ایک نئے انداز میں دنیا پر آشکار کیا۔ اِس کی تفصیل میں خود حضرت مصلح موعودؓ کا پُر شوکت بیان سنیے، فرماتے ہیں:

”میں وہ شخص تھا جسے علومِ ظاہری میں سے کوئی علم حاصل نہیں تھا۔ مگر خدا نے اپنے فضل سے فرشتوں کو میری تعلیم کے لئے بھجوایا اور مجھے قرآن کے ان مطالب سے آگاہ فرمایا جو کسی انسان کے واہمہ اور گمان میں بھی نہیں آسکتے تھے۔“

(بحوالہ خطبہ جمعہ 21 فروری 2020ء بیان فرمودہ حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

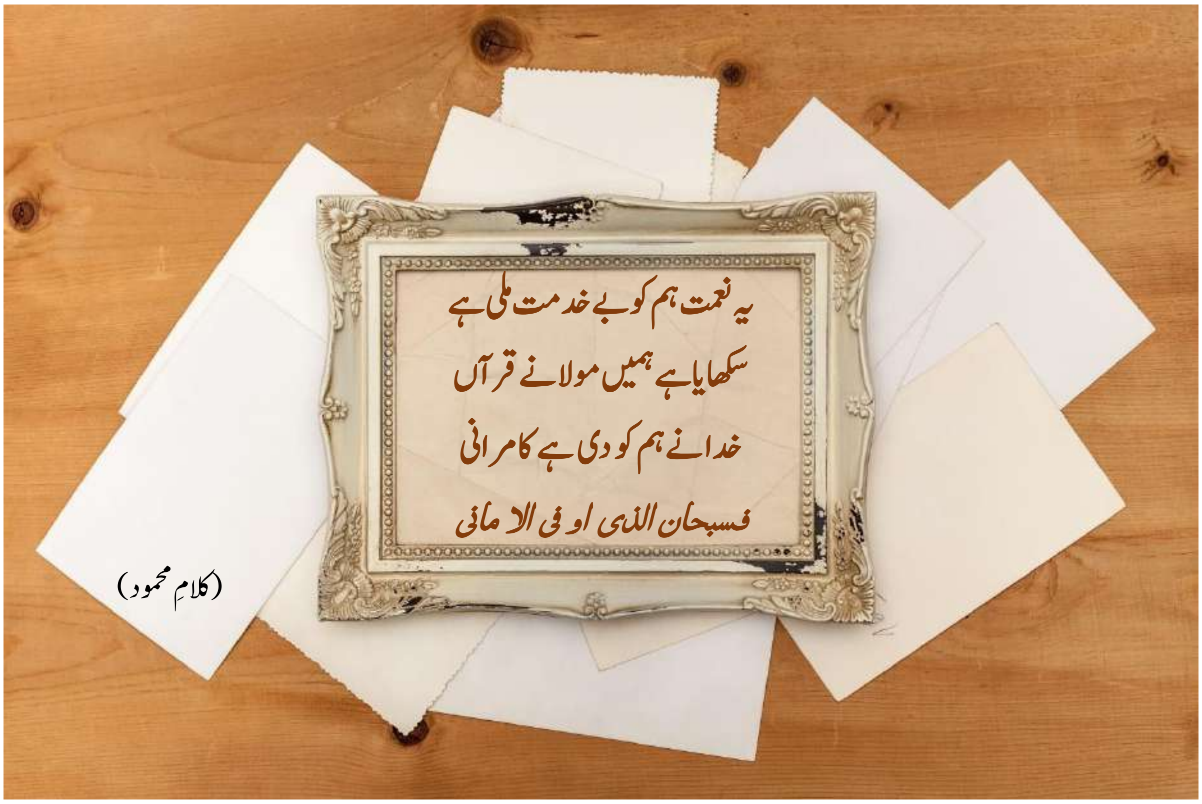


خدائی تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں آپؓ کو قرآن مجید سے جو قلبی لگاؤ پیدا ہوا وہ بہت گہرا اور دائمی تھا۔ آپؓ کی فکر و نظر کا منبع ہی قرآن تھا۔ یہاں تک کہ آپؓ کی تمام حرکات و سکنات تعلیم القرآن کے مطابق تھے۔ آپ کا یہ طریق مبارک تھا کہ آپ بالعموم قرآن مجید کے کسی مقام کی نہایت سوز و گداز سے تلاوت کرتے۔ قرآن میں سر تا پا ڈوب کر دلوں کو گرما دینے والی ایسی تشریح و تفسیر بیان کرتے کہ سننے والا علوم و معارف کے ایک نئے عالم سے متعارف ہو جاتا۔ آپ کی ایسی ہی ایک تقریر **شاعرِ مشرق علامہ اقبال** نے سنی تو جلسے کے صدارتی کلمات میں اپنی تقریر کرنے سے معذرت کرتے ہوئے کہا:

”ایسی پُراز معلومات تقریر بہت عرصے کے بعد لاہور میں سننے میں آئی ہے اور خاص کر قرآن شریف کی آیات سے مرزا صاحب نے استنباط کیا ہے وہ تو نہایت عمدہ ہے۔ میں اپنی تقریر کو زیادہ دیر تک جاری نہیں رکھ سکتا۔ تا مجھے اس تقریر سے جو لذت حاصل ہو رہی ہے وہ زائل نہ ہو جائے۔ اِس لئے میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔“

(از الفضل 15 مارچ 1927ء بحوالہ خطاباتِ طاہر، طبع اول۔ دسمبر 2006ء، صفحہ 179)

اپنے باون سالہ دورِ خلافت میں آپؓ نے مختلف مواقع پر کم و بیش 2 ہزار خطبات و تقاریر ایسی فرمائیں جو قرآنِ کریم کے مختلف حصوں کی تفاسیر پر ہی مشتمل تھیں۔

(بحوالہ سوانح فضلِ عمر، جلد سوم، صفحہ 145)

لیکن 1928ء کے جلسہ سالانہ پر آپ نے **فضائل القرآن** کے عنوان سے بلند پایہ تقاریر کا جو سلسلہ شروع فرمایا وہ بالخصوص اپنی مثال آپ ہے۔ ان چھ (06) تقاریر میں حضور نے قرآن شریف کے انوار و محاسن مختلف پہلوؤں سے اجاگر کئے۔ دیگر فوائد کے علاوہ ان تقاریر سے جماعت میں قرآن مجید سے محبت اور قرآنی علوم کے حصول کے لئے رغبت بھی پیدا ہوئی۔ گویا خدمت قرآن کا ایک ایسا بیج بویا گیا جو بعد ازاں پھلتا پھولتا گیا۔

آپؓ کی ایک اور نمایاں خدمت **درسِ قرآن** ہے۔ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ سب سے پہلے جس چیز نے لوگوں کی غیر معمولی توجہ آپؓ کی طرف کھینچی وہ آپؓ کا پُر معارف درس قرآن ہی تھا۔ 1910ء سے آپؓ نے یہ سلسلہ جاری فرمایا اور ایک لمبا عرصہ جاری رکھا۔ دوسروں کو بھی یہ کہہ کر ترغیب دلائی کہ درس قرآن، قرآن کی محبت کے حصول اور فتنوں کے ازالہ کا باعث ہے۔ اور قرآن پر تدبر بہت سی ٹھوکروں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

(ماخوذ از سوانح فضلِ عمر، جلد سوم، صفحہ 145-144)

حضرت مصلح موعودؓ کی ایک بہت بڑی خدمت '**دیباچہ تفسیر القرآن**' ہے۔

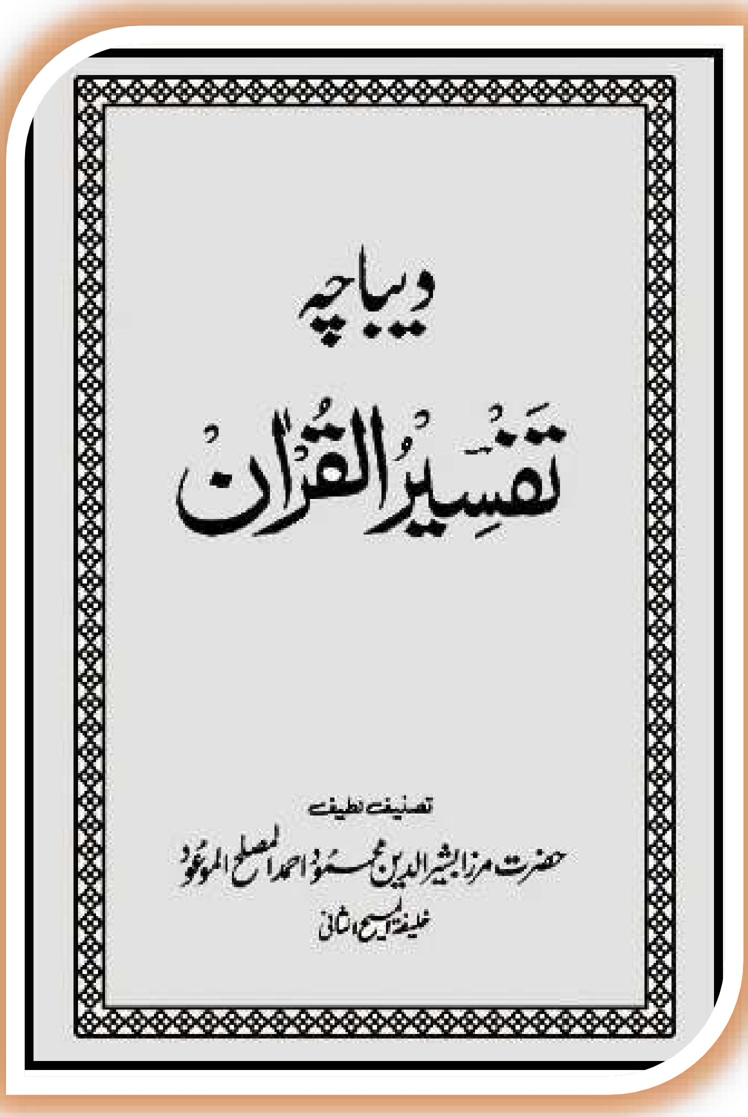


سواتین سو سے زائد صفحات پر مشتمل یہ کتاب ضرورتِ مذہب کے بنیادی سوال کا مکمل جواب پیش کرتی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے دعویٰ کی صداقت کو کئی پہلوؤں سے ثابت کرتی ہے۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں جمع قرآن، حفاظتِ قرآن، ترتیبِ قران، قرآن مجید کی پیشگوئیاں، معجزات، قرآنی اخلاق اور ان کی عظمت، پیدائشِ عالم وروح کے متعلق قرآنی تعلیمات، اور مشہور مذاہب عالم کی تعلیم کا باہم موازنہ، اس انداز میں پیش کیا ہے کہ قاری یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مصنف اُن پاک ومطہر وجودوں میں سے ہے جنہیں خدا تعالیٰ نے قرآنی علوم سے بہرہ ور فرمایاہے۔

جب یہ شہرہ آفاق دیباچہ دنیا کی مختلف زبانوں میں چھپ کر یورپ و امریکہ پہنچا تو مخالفین اسلام بھی اس کی عظمت کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خدمت قران کا باقاعدہ ایک منصوبہ تشکیل دیا جو ہر لحاظ سے جامع اور مکمل تھا۔ آپؓ کا نظریہ تھا کہ خالی تفسیر لکھ دینا اور اِس کو شائع کر دینا اپنی ذات میں کافی نہیں بلکہ ایسے علمائے قرآن کی تیاری ضروری ہے جو ایک نظام کے تحت قرآن کو تمام دنیا کے کونے کونے تک پہنچائیں اس مقصد کے لئے آپؓ نے جامعہ احمدیہ میں غیر معمولی توجہ کے ساتھ خدمت قرآن کا سلسلہ شروع کروایا۔

دوسرے آپؓ کا یہ بھی خیال تھا کہ دنیاوی علوم سے مرصع لوگ اگر خدمت دین کے لئے نکلیں، تو وہ اپنے علم و عمل سے غیروں پر زیادہ بہتر اثر ڈال سکیں گے۔ اس حوالے سے جب آپؓ نے تحریک کی تو کئی لوگوں نے دنیاوی عہدوں اور ملازمتوں کو چھوڑ کر لبیک کہتے ہوئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ ایسے رضاکار علماء کی دینی تعلیم کے لئے آپؓ نے یہ تجویز فرمایا کہ دنیامیں اس مشن کی تکمیل کے لیے نکلنے سے پہلے وہ مرکز میں آکر خود کو دینی تعلیم سے بہرہ ور کریں۔ دنیاوی علوم کے ماہرین کو پکڑ کر جب آپؓ نے خدمتِ قران پر مقرر کیا تو اس منصوبہ کی تکمیل کے لیے بے شمار اخراجات کی بھی ضرورت تھی۔ اپنی پُر مغز تقاریر کے ذریعے لوگوں میں آپؓ نے ایسا جذبہ موجزن کر دیا کہ پھر انہوں نے ایسی ایسی مالی قربانیاں پیش کیں جن کی مثال دنیا کے پردے پر نظر نہیں آتی۔

## حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”آج دنیا کے کونے کونے میں یہ قرآن کے خادمان پہنچ چکے ہیں۔۔۔۔تو یہ سارا نظام محض خدمتِ قرآن کے لئے کیا گیا۔ اگر یہ مجاہدین وہاں نہ پہنچتے اور دلوں کو قرآن کی خدمت کے لئے آمادہ نہ کرتے تو وہ سفید پرندے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پکڑے تھے آنحضرت ﷺ کے قدموں میں حاضر کرنے کے لئے، یہ نظارہ دنیا نہیں دیکھ سکتی تھی اور محض کتابوں کے ذریعے اور نیک مثال کے بغیر کوئی پاکیزہ تبدیلی نہیں ہو سکتی تھی۔“

(خطاباتِ طاہر، طبع اول۔ دسمبر2006ء، صفحہ 181-180)

خدمتِ قرآن کے باب میں ایک اور درخشاں پہلو **ترجمۃ القرآن** سے تعلق رکھتا ہے۔ آپؒ نے کئی زبانوں میں قران مجید کے تراجم کو شائع کروایا۔ جس کی وجہ سے عربی اور اردو سے ناواقف کئی سعید روحوں کو اسلام کی آغوش میں آنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ اُس عظیم موعود فرزند کا ہی کارنامہ ہے کہ ان تراجمِ قرآن کا معیار اتنا بلند ہے کہ اغیار بھی بلا تعصب ان کی صحت و فصاحت کی گواہیاں دیتے پائے گئے ہیں۔

1947ء میں جب حضورؓ کی زیرِ نگرانی انگریزی زبان میں ترجمہ منظر عام پر آیا تو دمشق کے ”الاخبار“ نے ”جماعت احمدیہ کی طرف سے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ اپنی مثال آپ ہے“ کے عنوان سے اس ترجمہ کی خبر نمایاں طور پر شائع کی۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دہم، پرانا ایڈیشن، صفحہ 676)

پروفیسر ایچ۔اے۔آر گب نے اسے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے تحریر کیا:

”یہ ترجمہ قرآن مجید کو انگریزی زبان کا جامہ پہنانے کی ہر سابقہ کوشش کے مقابلہ میں زیادہ قابل تحسین ہے۔“

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دہم، پرانا ایڈیشن، صفحہ 674)

وہ جامعہ ازہر، مصر، جو کسی زمانہ میں یہ فتویٰ دیا کرتا تھا کہ قران کا ترجمہ ہی حرام ہے کیونکہ اچھا ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی جامعہ ازہر کے ایک عالم نے جرمن ترجمہ ٔقرآن سے متعلق یہ گواہی دی:

”میں نے مختلف مقامات اور مختلف سورتوں کی بہت سی آیات کا ترجمہ بنظرِ غائر دیکھا ہے۔ اِس ترجمے کو میں نے قرآن مجید کے جملہ تراجم سے جو اس وقت منصہ شہود پر آچکے ہیں بہترین پایا ہے۔“

(خطاباتِ طاہر، طبع اول۔ دسمبر2006ء، صفحہ 182)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عزم و ہمت کی ایک عجیب و شاندار مثال **تفسیر صغیر** بھی ہے۔ جب عمر اور صحت کے لحاظ سے ڈاکٹر آپؓ کو بجا طور پر آرام کرنے کا مشورہ دے رہے تھے تب آپؓ نے بنی نوع انسان تک قرآن مجید کا صحیح ترین بامحاورہ ترجمہ پہنچانے کے اِنتہائی مشکل مگر ضروری کام کا بیڑا اٹھایا اور قرآن مجید کے ہر طالب و شیدائی کے لئے تفسیرِ صغیر جیسی عظیم نعمت مہیا فرمادی۔ تفسیرِ صغیر کا مطالعہ کرتے ہوئے بجا طور پر حضورؓ کے یہ عظیم الشان الفاظ کانوں میں گونجتے ہیں کہ:

**”یہ خدمت جو میں نے کی، یہ رہتی دنیا تک باقی رہے گی۔“**

(خطاباتِ طاہر، طبع اول۔ دسمبر2006ء، صفحہ 191)

تفسیرِ صغیر کو اپنوں کے علاوہ غیروں میں بھی غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اخبارات اور رسائل میں تبصرے شائع ہوئے۔ حضرت خلیفتہ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ایک غیر احمدی دوست نے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ اعتراف کیا:

"اس تفسیر پاک کے مطالعہ سے قبل میں قرآن پاک کو انسانی دسترس سے ماورا کوئی شے سمجھتا تھا گویا اس کی تعلیمات۔۔۔۔ انسانی فہم و تفہیم اور تگ و دو سے یکسر باہر۔۔۔ ہیں لیکن اس تفسیر صغیر کے مطالعہ سے مجھے سب سے بڑا احساس یہ ہوا ہے کہ قران حکیم ہی کرۂ ارض پر خیر و شر کے لامتناہی جھمیلوں میں بسنے والے انسانوں کے لئے ایک کتاب ہے۔"

(خطاباتِ طاہر، طبع اول۔ دسمبر 2006ء، صفحہ 191)

علوم ظاہری و باطنی سے پُر پسر موعود کی خدمت قرآن کا سب سے عظیم شاہکار **تفسیر کبیر** ہے۔ یہ آپؓ کی سالوں کی محنت شاقہ اور الٰہی تائید کے نتیجے میں ممکن ہوا۔ آپؓ نے اس تفسیر کی اشاعت کے سلسلے میں اپنی خداداد علمی، دماغی اور اِنتظامی صلاحیتوں کو پوری طرح فی سبیل اللہ صرف فرمایا۔

یہ معلوم کرنا آسان کام نہیں ہے کہ حضورؓ کے اس علمی معجزہ نے کتنی زندگیوں میں روحانی انقلاب پیدا کیا ہوگا، اور ہنوز کر رہا ہے۔ بلا مبالغہ ہزاروں ایسے افراد ہوں گے، جنہوں نے تفسیر کبیر پڑھ کر قرآن مجید سے ایک نیا تعلق اور خداتعالیٰ کے قرب کا مقام حاصل کیا۔ کتنے ہی خوش قسمت ہیں کہ اس کتاب نے ان کی عملی زندگی میں نیک و پاک تبدیلی پیدا کر دی۔

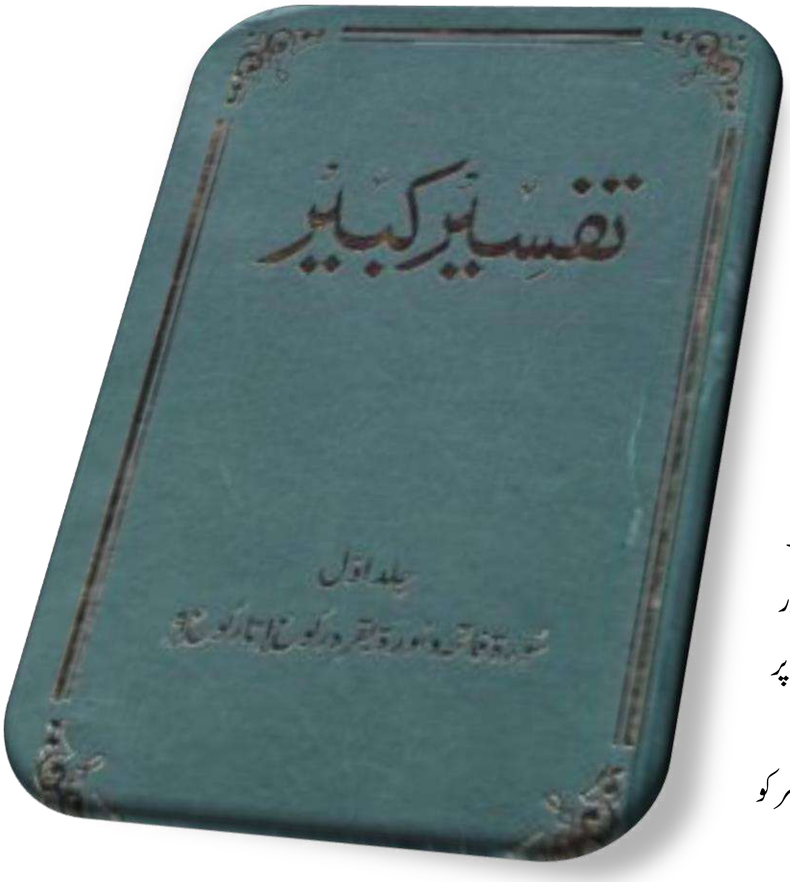


قرآنی انوار و علوم کے اس سرچشمے کے مضامین قاری کو کس کس طرح محصور کیا کرتے ہیں، اس پر مشہور نقاد و ادیب اختر اورینوی نے تفصیلی تبصرہ دیا جس کے چند نکات پیش کرتی ہوں:

☆ ان سے قرآن حکیم کی حیات بخش شعاعوں کا انعکاس ہوتا ہے۔

☆ اس میں قرآن کریم کے تسلسل، ربط، تنظیم، ترتیب، تعمیر اور سورتوں کے موضوعات و معانی کی ہم آہنگی کو صاف روشن و مدلّل طور پر ثابت کیا گیا ہے۔

☆ حضرت مرزا محمودؓ احمد نے نہایت لطیف و بلیغ انداز میں اس امر کو درجۂ یقین تک پہنچا دیا کہ قرآن مجید ایک کتابِ عظیم ہے۔

☆ تفسیر کبیر میں یہ خصوصیت بھی ہے کہ اس میں انسانی تقاضوں، ضرورتوں اور مسئلوں سے وابستہ بہ کثرت نئے مضامین، نکتے اور تفصیلیں ملتی ہیں۔

☆ اس کے ذریعے نئے علوم اور نئے مسائل پر گہری تنقیدیں ملتی ہیں اور اسلامی نظریوں کا اتنا تسلی بخش اظہار و بیان ملتا ہے کہ آخر الذکر کی برتری ثابت ہو جاتی ہے۔

☆ تفسیر کبیر میں قصص قرآنی کی عارفانہ تعبیریں اور تفصیلیں ملتی ہیں۔

☆ تاریخ عالم، قوموں کے عروج و زوال، سامان عروج، اسباب زوال، نفسیات، اجتماعی، فرد و جماعت کے روابط اور بندے کے اللہ سے تعلق کی اعلیٰ تحقیق و توضیح ملتی ہے۔

☆ اس عظیم تفسیر میں تعلیمات اسلامی کا فلسفہ نہایت عمدہ طور پر پیش کیا گیا ہے۔

☆ یہ تفسیر ملت اسلامیہ کی بے بہا دولت ہے۔

(ماخوذ از مجلہ الجامعہ ربوہ۔ شمارہ نمبر 9، صفحہ 63 تا 65 بحوالہ سوانح فضل عمر، جلد سوم، 163-161)

اپنے ہوں یا غیر، بلا تخصیص کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو اس کی عظمتوں سے متاثر نہ ہوا ہو۔ قائد اعظم کے قریبی ساتھی نواب بہادر یار جنگ، تفسیرِ کبیر سے اتنے متاثر تھے کہ ہمیشہ اسے زیر مطالعہ رکھتے اور بڑی محبت اور عقیدت کے ساتھ ایک مخصوص بلند جگہ پر اپنے قرآن مجید کے ساتھ رکھتے اور اپنی مجالس میں اکثر اِس امر کا ذکر بھی کرتے تھے۔

(ماخوذ از سوانح فضل عمر، جلد سوم، صفحہ 164)

پروفیسر عبد المنان بیدل صدر شعبہ فارسی پٹنہ یونیورسٹی نے تفسیر کبیر پڑھنے کے علاوہ بہت سے مشہور دانشوروں اور شیوخ کو مطالعہ کے لئے دیں اور ان سے تبادلہ خیالات اور گفتگو کے بعد اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"مرزا محمود کی تفسیر کے پایہ کی کوئی ایک تفسیر بھی کسی زبان میں نہیں ملتی۔ آپ جدید تفسیریں بھی مصر و شام سے منگوا لیجئے اور چند ماہ بعد مجھ سے باتیں کیجئے۔"

(مجلہ الجامعہ ربوہ شمارہ نمبر 9، صفحہ 63 تا 65، بحوالہ سوانح فضل عمر، جلد سوم، صفحہ 164)

معزز قارئین، آمد مسیح کا مقصد قران کو ایک زندہ کتاب ثابت کرنا اور اس بات کی دلائل سے تصدیق کرنا تھی کہ زمانہ چاہے کتنی کروٹیں بدل لے، سائنس کتنی ترقی کر لے قرآن کی تعلیم ہر دور کے مسائل کا حل پیش کرنے کے لئے کافی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بڑی ہی شان سے اس مشن کو آگے بڑھایا۔

**حضرت خلیفتہ المسیح الرابع رحمہ اللہ** فرماتے ہیں:

"قرآن کریم کو زندہ کتاب کے طور پر پیش کرنے کے سلسلے میں آپؓ نے کئی پہلو اختیار کئے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اس زمانے کی تمام خبریں قرآن کریم میں موجود ہیں۔ یہ ہمارے زمانے کی باتیں کرتا ہے۔ چودہ سو سال پرانی کتاب نہیں۔ یہ تو **آج کی ساری خبریں** بڑی تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ جیسے دیکھو:

☆ قرآن کریم میں پریس کی ایجاد کا ذکر ہے

☆ علم معیشت کی غیر معمولی ترقی کی خبر ہے

☆ علم طبقات الارض کا ذکر ہے

☆ فرعونِ موسیٰ کی جو لاش دریافت ہوئی ہے آج آکر، اس کا ذکر قرآن کریم میں ہے

☆ یہاں تک تفصیل میں قرآن کریم جاتا ہے کہ چڑیا گھروں کے قیام کی خبر دیتا ہے

☆ نہر سوئز اور نہر پانامہ کا ذکر اس میں موجود ہے۔اور یہ بھی موجود ہے کہ سمندر ملائے جائیں گے نہروں کے ذریعے، وہم وگمان میں بھی کسی کو نہیں تھا

☆ دخانی جہازوں، ریل گاڑیوں، موٹر کاروں، ہوائی جہازوں...... ایٹم بم، ہائیڈروجن بم کا ذکر ہے، اس سے بھی زیادہ خطرناک ہتھیار ایجاد ہوں گے۔کاسمک ریز کا ذکر ہے...... روسی اقوام کی ترقی، بالآخر ان کی ہلاکت کی پیش گوئیاں موجود ہیں

☆ اسرائیل کے قیام اور بعد ازاں مسلمانوں کے ہاتھوں نیست و نابود ہونے کی خبر موجود ہے

موجودہ دور کی ان خبروں سے بھی بڑھ کر وہ **سائنسی انکشافات** ہیں جو حضورؒ نے قرآن کریم سے دنیا کے سامنے پیش فرمائے۔

☆ ہر چیز کا نر و مادہ ہونا

☆ اجرامِ فلکی میں دَوری حرکت کی صحیح تصویر

☆ اعمال انسانی کے مکمل ریکارڈ رکھے جانے کا حیرت انگیز نظام

☆ رنگوں کے خواص

☆ سورج کی روشنی کا ذاتی اور چاند کی روشنی کا انعکاسی ہونا

☆ زمین و آسمان کی تخلیق مختلف ادوار میں ہونا

☆ مختلف اجرامِ شمسی کے مابین جو کششِ ثقل کے غیر مرئی ستون نظر آتے ہیں ان کا ذکر

☆ زمین کے علاوہ دیگر سیاروں میں زندگی پائے جانے کے امکانات

☆ اور یہ خبر کہ ایک دن دنیا کی زندگی غیر دنیاوی سیاروں کی زندگی کے ساتھ مل بھی جائے گی

(ماخوذ از خطاباتِ طاہر، طبع اول۔دسمبر 2006ء، صفحہ 189-187)

حضورؓ نے قرآن کریم پر غیر مذاہب کے اعتراضات کا جواب بھی بڑی شان سے دیا ہے۔ پھر وہ لوگ جو نئے فلسفے کو لے کر اٹھے تھے، نئے نئے علوم لے کر قرآن پر حملے کر رہے تھے۔ جن میں نفسیات کے ماہر فرائیڈ اور مستشرقین میں وہیری، تھیوڈور اور جیمز روز ویل، ولیم میور اور آرنلڈ نمایاں ہیں۔۔۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ایک ایک ایسے عالم کا پیچھا کیا اور آپؓ نے قرآن کے مقابل پر اُن کی جہالت کو ثابت کر دکھایا اور اِس امر کی ساری طاقت خود قرآن سے حاصل کی۔ اصل لطف کی بات یہ ہے کہ قرآن میں یہ سب ہتھیار موجود تھے لیکن چلانے والا کوئی نہیں تھا۔ بدقسمتی کے ساتھ مسلمانوں پر حملے ہو رہے تھے اور لوگ آنکھیں بند کر کے چپ چاپ پڑے ہوئے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں اور تضرعات کے نتیجے میں ظاہر ہونے والے اس بابرکت وجود کے ذریعے ساری دنیا میں کلام اللہ کا مرتبہ اس طرح ظاہر ہوا کہ اس نے ساری دنیا کو سیراب کیا۔ اس کا جاں بخش اور روح پرور عمل زمین کے کناروں تک پھیل گیا اور قوموں نے اس سے برکت حاصل کی اور آئندہ بھی حاصل کرتی رہیں گی۔ **حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ** فرماتے ہیں:

”میں اُسی خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ میرا نام دنیا میں ہمیشہ قائم رہے گا اور گو میں مرجاؤں گا مگر میرا نام کبھی نہیں مٹے گا۔ یہ خدا کا فیصلہ ہے جو آسمان پر ہوچکا کہ وہ میرے نام اور میرے کام کو دنیا میں قائم رکھے گا اور ہر شخص جو میرے مقابلہ میں کھڑا ہوگا وہ خدا کے فضل سے ناکام رہے گا۔۔۔ وہ کونسا اسلامی مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ نہیں کھولا۔۔۔ مجھے خدا نے اس خدمتِ دین کی توفیق دی اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے ہی ان مضامین کے متعلق قرآن کے معارف کھولے جن کو آج دوست دشمن سب نقل کر رہے ہیں۔ مجھے کوئی لاکھ گالیاں دے۔ بھلا کہ برا کہے جو شخص اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے لگے گا اسے میرا خوشہ چین ہونا پڑے گا۔ اور وہ میرے احسان سے کبھی باہر نہیں جاسکے گا۔۔۔ ان کی اولادیں جب بھی خدمتِ دین کا ارادہ کریں گی، وہ اس بات پر مجبور ہوں گی کہ وہ میری کتابوں کو پڑھیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔۔۔ ان کے دامن میں اگر قرآن کے علوم پڑیں گے تو میرے ذریعہ ہی“

(بحوالہ سوانح فضل عمر، جلد سوم، صفحہ 147-146)

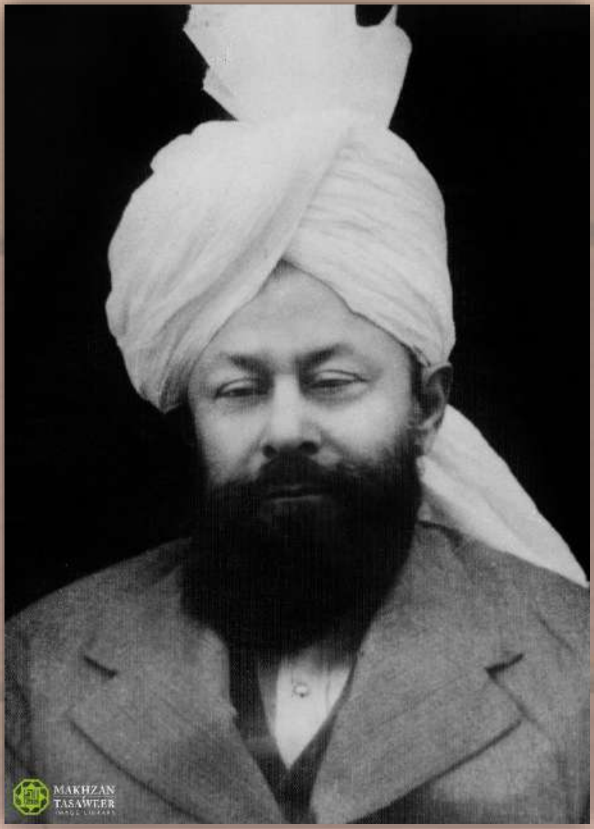


تونے اے فضل عمر ہم کو دیا درس حیات — سیفِ حق تیری زباں، تیرا قلم شاخِ نبات

جوئے کوثر ہر سخن، سِلک دُرر ہر ایک بات — تھی سراپا تیری ہستی پیکرِ عزم وثبات

فیض صحبت سے تری کھلتے تھے اِسرارِ نہاں — تھی گریزاں تیرے دم سے جہل کی تاریکیاں

کارنامے تیرے پائندہ رہیں گے دہر میں

تیرے فرمودات بھی زندہ رہیں گے دہر میں

(از ماہنامہ انصار اللہ، حضرت مصلح موعود نمبر، مئی، جون، جولائی 2009ء صفحہ 883)

# اللہ کے گھر اور رسول ﷺ کے قدموں میں

صفیہ بشیر سامی۔لندن

بخار کی شدت میں مَیں مُنہ سَر لپیٹے بستر پر پڑی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔ہمت کر کے فون اُٹھایا تو ایک بڑی پیار بھری آواز آئی، یہ بشریٰ عشرت صاحبہ تھیں۔۔"آپا کیسی ہیں؟"

مَیں نے بڑی مشکل سے جواب دے پائی۔۔"جی ٹھیک ہوں"

کہا گیا۔۔"آپا! میں اسلام آباد (لندن ٹلفورڈ) جا رہی تھی سوچا آپ کو بھی ساتھ لے جاؤں۔کیا آپ میرے ساتھ چلیں گی؟"

تب مجھے بتانا پڑا کہ آج تو میری طبیعت بہت خراب ہے، دل میں مجھے افسوس ہو رہا تھا کہ آج ہی کیوں پوچھا۔مَیں نے کہا۔۔"بشریٰ مَیں دل میں آپ کو بہت یاد کر رہی تھی، آپ حج اور عمرہ پر جاتی رہتی ہیں، اب کے وہاں جانا ہو تو مجھے بھی پوچھیں"

انہوں نے کہا۔۔"آپا ہم تو حج پر جا رہے ہیں۔کچھ اور بھی لوگ ہمارے ساتھ ہونگے۔ہماری تو چار پانچ مہینہ پہلے ہی سیٹیں بُک ہو چکی ہیں۔اب تو کوئی چانس نہیں ہے"

میرا جواب تھا۔۔"کوئی بات نہیں، مَیں آجکل اپنی بیماری کی وجہ سے سفر کے قابل بھی نہیں ہوں۔جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا، وہ ضرور میرے لئے سامان پیدا کر دے گا۔"

خدا نے اس دن شاید میری سن لی تھی۔کیونکہ اس کے کوئی پانچ یا چھ دن کے بعد، صبح تقریباً دس بجے کے قریب پھر فون کی گھنٹی بجی اور وہی جانی پہچانی آواز آئی۔سلام کے بعد ایک دم سے کہتی ہیں۔۔"آپا! آپ کو اللہ کے گھر سے بلاوا آیا ہے۔"

مجھے تو بالکل سمجھ نہیں آئی۔پھر اُنہوں نے ساری بات بتائی کہ میں تو اُس دن فون کے بعد سے ہی کوشش میں لگ گئی تھی۔اب اگر آپ نے حج پر جانا ہے تو آج شام تک بتا دیں۔

سچی بات تو یہ ہے کہ میں ایکدم پریشان سی ہو گئی۔اپنی بہو عروج سے بات کی، اُس کا جواب تھا کہ آپ کی طبیعت اتنی ٹھیک نہیں ہے، اگلے سال چلی جائیں۔اپنے بیٹے عکاشہ کو فون کیا، اُس کا بھی یہی جواب تھا کہ موقع اور ساتھ تو بہت اچھا ہے مگر اِس وقت آپ ٹھیک نہیں ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ اس وقت میں جس بچے کو بھی پوچھوں گی، اس کا یہی جواب ہو گا۔

سو مَیں نے اپنے ایک ایسے محسن، جناب امام مسجد لندن، محترم عطاء المجیب صاحب کو فون کیا جن سے مَیں ہر ضروری کام کرنے سے پہلے مشورہ ضرور کرتی ہوں۔وہ خدا کے فضل سے حج کر چکے ہیں۔اُنہوں نے پہلے تو وہاں کے بارے میں مجھے سب اُونچ نیچ سمجھائی اور پھر کہا 'اللہ مبارک کرے'۔بس پھر میں نے نہ اپنے بچوں سے کچھ پوچھا، نہ بتایا۔۔اُسی وقت بشریٰ کو فون کر دیا کہ 'مبارک ہو مَیں اللہ کے مقدس گھر اور اللہ کے مقدس رسول ﷺ کے روضہ کے دیدار کے لئے تیار ہوں!'

اس مقدس سفر کے لئے میرے پاس صرف دس یا پندرہ دن ہی تیاری کے لئے میّسر تھے۔الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے میرے سارے کام کروا دیے۔اور دسمبر 2007ء میں ہمارا آٹھ احمدیوں پر مشتمل گروپ، جن میں تین مرد اور پانچ عورتیں شامل تھیں، چارٹرڈ ائیر لائن سے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گیا۔

تقریباً چھ، سات گھنٹے کی فلائٹ کے بعد ہم مدینہ ایئر پورٹ پر اُترے۔ اس وقت کوئی خاص رش نہیں تھا۔ ہماری فلائٹ کے ہی مسافر تھے سو ہم جلدی ہی فارغ ہو کر ہم اپنا اپنا سامان لیکر باہر آ گئے۔ بتاتی چلوں کہ ہمارے **معلم** ہمارے ساتھ ہی سفر کر رہے تھے جو ہر بات میں ہمیں گائیڈ کرتے تھے۔ ہم کوچ میں بیٹھے اور دیارِ نبی ﷺ کی طرف روانگی شروع ہو گئی، دل کا حال میں کیا بتاؤں، اُس بستی میں اور اُس دھرتی پر پاؤں رکھے تھے جو میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سرزمین تھی اور میرا رُخ مسجد نبوی ﷺ کی طرف تھا۔ دل و دماغ میں خوشی بھی بہت تھی اور ایک خوف سا بھی طاری تھا، سوچ رہی تھی کہ کیا میں وہ سب نباہ سکوں گی جو کہ حج کے فرائض ہیں؟ اپنے آپ پر یقین نہیں تھا۔ اِنہیں سوچوں میں تھی کہ کوچ کے سامنے مسجد نبوی ﷺ کے روشن مینار نظر آنے شروع ہو گئے جن سے ساری دنیا میں اُجالا ہے۔۔ اِس قدر خوبصورت روشنی۔۔ اور کیوں نہ ہو! اُس سبز گنبد کا مکیں، نُوروں کا وہ بادشاہ وہاں مدفون ہے، جن کے نور سے ساری دنیا منور ہوئی۔

اسی طرح لطف اندوز ہوتے ہم اُس ہوٹل میں پہنچ گئے جہاں ہمارے رہنے کا اِنتظام تھا۔ میں اپنے حاجیوں کے گروپ میں بہت آخر میں شامل ہوئی تھی جب باقی گروپ کے انتظامات پہلے سے ہو چکے تھے۔ اِس لیے میری رہائش کی جگہ اپنوں سے کچھ دور تھی، مجھے وہاں اجنبی عورتوں کے ساتھ رہنے میں کچھ گھبراہٹ ہوئی لیکن میری محسن بہنوں نے مجھے اکیلے نہیں رہنے دیا۔ گو کہ چار بیڈ روم میں ہم پانچ کو رہنا پڑا مگر باقی بہنوں نے تکلیف اُٹھا کر بھی مجھے سہولت دی اور مجھے اپنے ساتھ ہی رکھا۔

الحمدللہ ہمیں بہت اچھے ہوٹل میں جگہ ملی تھی۔ سب سے اچھی بات یہ تھی کہ ہوٹل سے باہر نکلتے ہی مسجد نبوی ﷺ کا صحن تھا جس سے ہمیں یہ سہولت ہو گئی کہ ہم جب مرضی چاہے مسجد بنوی ﷺ میں جا سکتے تھے اور اکیلے جانے میں بھی کوئی دشواری نہیں تھی۔ ہر کوئی آزادی سے اپنی مرضی کے مطابق عبادات کے لئے جا سکتا تھا۔ ویسے ہم سب اکثر اکٹھے ہی جاتے تھے۔ اگلے دن ہم نے روضہ ٔ مبارک کی زیارت کرنی تھی۔ وہاں عورتوں اور مردوں کیلئے علیحدہ وقت مقرر تھے مگر پھر بھی بہت ہجوم رہتا تھا، خاص طور پر حج کے دنوں میں تو بے تحاشا ہجوم تھا۔ وہاں پہنچ کر ہم بھی دیدار کے پیاسوں میں کھڑے ہو گئے۔ چونکہ بشریٰ عشرت صاحبہ اس سے قبل بھی کافی مرتبہ آ چکی تھیں اس لیے وہ جانتی تھیں کہ کیسے اندر جانا ہے، اس لیے وہ یہاں بھی ہماری رہبر بنیں۔ اُنہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور اسی طرح میرے بعد باقی بہنوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ لیا اور اُس گیٹ کے کھلنے کے انتظار میں دعائیں کرتے کھڑے رہے، دیدار کے لئے ترستی آنکھیں لیئے۔۔ جیسے ہی گیٹ کھلا لوگ دیوانوں کی طرح اُس آقا ﷺ کے روضہ ٔ مبارک کی طرف بھاگے جو اللہ کا سب سے زیادہ پیارا اور محبوب ہے۔

یوں تو پوری مسجد نبوی ﷺ ہی خیر و برکت کا خزانہ ہے مگر **"ریاض الجنۃ"** اس خزانہ کا ایک انمول حصہ ہے۔ اس پر سبز قالین کا فرش رہتا ہے اور نوافل پڑھنے والوں کا یہاں پر ہجوم رہتا ہے۔ یہ قطعہ جنت کا ٹکڑا بھی کہلاتا ہے۔ ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ وہاں سجدہ ٔ شکر ادا کر سکے۔

اُس روز، الحمدللہ، اُن خوش نصیبوں میں ہم بھی شامل تھے۔ ہمیں سبز قالین والے حصہ میں آٹھ ستونوں میں سے ایک بابرکت ستون کے ساتھ جگہ مل گئی۔ شکرانہ کے دو نفل ادا کئے، دعائیں کیں۔ سامنے ہی آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کا روضہ ٔ مبارک تھا جن کے لئے یہ دو جہاں وجود میں آئے۔ مجھے ایسا لگا جیسے میرا پورے کا پورا وجود پگھل گیا ہے۔ جو بھی دل سے اور زبان سے بے ساختہ دعائیں نکلیں، بس مانگتی گئی۔ آنسو تھے کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لیتے تھے۔ ایک ہی احساس تھا کہ مَیں اللہ تعالیٰ کے حضور سر جھکائے کھڑی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہماری وہ آہ و زاریاں قبول فرمائے۔ آمین۔

اگلے دن ہم نے مدینہ منورہ کی وہ خاک دیکھی جن پر کبھی میرے پیارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کے مبارک قدم پڑے ہوں گے۔ مدینہ کی مبارک مساجد کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ خاص طور پر مسجد جمعہ، مسجد قبلتین اور مسجد قباء میں دو دو نفل ادا کرنے کی توفیق

نصیب ہوئی۔ الحمدللہ۔ اُس کے بعد ہم نے شہداءِ اُحد کی یادگاروں پر حاضری دی۔ جبلِ رُماۃ دیکھی اور حضرت حمزہؓ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے مزاروں پر حاضری دی اور دعائیں کیں۔ پھر ہم سب نے احرام باندھے اور دیارِ نبی ﷺ سے بستیوں کی ماں، مکّہ مکرمہ اور بیت الحرام کی طرف روانگی شروع ہوئی۔۔ یعنی ہمارے حج کی ابتداء ہوگئی۔ ایمیگریشن اور دیگر قانونی مراحل سے گزرے۔ مسجد ذوالحلیفہ میں نفل ادا کئے، تلبیہ کا وِرد شروع ہوگیا، وہ رات کا وقت تھا۔ ہر قوم و نسل کی بے شمار خلقت تھی۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ مَیں یہاں موجود ہوں۔ ہمارے معلم تلبیہ پڑھتے جاتے تھے اور ہم اُونچی آواز میں دہراتے جاتے تھے۔ یہاں بھی ہم سب نے ایک دوسرے کو پکڑا ہوا تھا۔ ہمارے معلم صاحب کی ہمیں یہی تاکید تھی کہ اپنے گروپ کے ساتھ رہیں۔ ہمارا سفر تقریباً پندرہ گھنٹے میں ختم ہوا۔

مکہ ہوٹل میں پہنچتے ہی ہمارے معلم صاحب نے ہمیں ہدایت کی کہ 'ہم جانتے ہیں کہ سب تھکے ہوئے ہیں مگر آپ سب تازہ دم ہو کر فوری طور پر تیار ہو جائیں، مسجد حرام میں عمرہ کے لئے جانا ہے'۔۔ جی ہاں! ڈر اور خوف سے میرا دل بیٹھا جارہا تھا اور پورے درد سے دعائیں کر رہی تھی کہ یا اللہ۔۔ کہاں میری اوقات؟ اور یہ اتنے بڑے فضل مجھ ناچیز پر؟ اِنہی دعاؤں اور عاجزی کے ساتھ مسجد حرام پہنچ گئے اور داخل ہوتے ہی دو نفل ادا کئے۔ اور جب خانہ کعبہ پر نظر پڑی تو میں تو ساکت ہوگئی، بہت دیر تک تو زبان سے ایک بھی لفظ نہیں نکلا۔ میں کیا دیکھ رہی ہوں مجھے یقین نہیں آرہا تھا، سُوکھی آنکھوں اور خشک زبان سے خانہ کعبہ کو تکتی رہی۔ کچھ دیر بعد ہوش آئی تو پھر آنکھوں اور دل و دماغ نے اپنا کام شروع کیا، اللہ پاک کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی یہ دن دکھایا۔ خانہ کعبہ میں ہر رنگ و نسل کے لوگ نظر آرہے تھے۔ اللہ کے گھر میں کوئی بڑا اور چھوٹا نہیں تھا۔ تمام اللہ کے بندے اور محمد ﷺ کے پروانے اپنی اپنی دُھن میں مگن اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر تھے۔ بلا مبالغہ ہر آنکھ اشکبار تھی اور ہر زبان اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مشغول تھی۔

یہاں پھر بشریٰ نے گروپ کو ہدایات دیں کہ ہجوم بہت ہے اس لئے تقسیم ہو جائیں۔ ایوب ندیم صاحب اپنی بیگم اور اُن کی بہن نصرت خان کے ساتھ ہو جائیں، داؤد ندیم صاحب اپنی بیگم قمر صاحبہ کے ساتھ، مجھے بشریٰ اور عشرت صاحب نے اپنے ساتھ رکھ لیا۔ اِن دونوں کے علاوہ باقی ہم سب پہلی بار گئے تھے اس لئے سب کو بہت گھبراہٹ تھی کہ کہیں گم نہ ہو جائیں۔ اس قدر دنیا تھی کہ ملنا مشکل تھا۔ پہلے تو یہی ڈر تھا کہ جانے طواف کیسے کریں گے، ہجوم بہت ہے۔۔ لیکن جب شروع کیا تو الحمدللہ کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ دل بھر کے دعائیں کیں، رو رو کر التجائیں کیں، طواف کرتے ہوئے چلتے جارہے تھے مگر سر سجدہ ریز ہی تھے۔ ہر کوئی اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنے رب کے آگے بخشش کی بھیک مانگ رہا تھا۔

بیت الحرام کی تین منزلیں ہیں پہلی تو وہ جہاں خانہ کعبہ ہے، وہاں تو چلنا بھی مشکل تھا، اس لئے ہم نے دوسری منزل پر طواف کیا۔ طواف کے دو یا تین چکر لگانے کے بعد تھوڑا ڈر کم ہوگیا۔ طواف کے بعد صفا و مروہ میں سعی کرنے کی توفیق ملی۔ وہاں بھی اللہ کے بندوں اور محمد ﷺ کے پروانوں کا جمِ غفیر تھا۔

6 ذوالحج کو پھر سے احرام باندھے، دو نفل ادا کئے اور منیٰ کی طرف روانگی شروع ہوگئی۔ یہ پانچ دن بھی بہت بابرکت تھے۔ جدھر نظر پڑتی تھی، وہاں خیموں کی ایک دنیا آباد تھی۔ زمین پر قالین بچھے ہوئے تھے اور سونے کے لئے ہمارے پاس سلیپنگ بیگز موجود تھے۔ سخت گرمی تھی۔ ائیر کنڈیشنرز ہر وقت چلتے تھے۔ باہر شدید گرمی کے باوجود ہم کافی آرام سے تھے۔ منیٰ میں گذارے ہوئے دن بہت یادگار دن رہے، بہت دعاؤں کا موقع ملا۔ زیادہ تر ہمارا وقت تلاوت اور درود شریف پڑھنے میں ہی گزرتا تھا۔ سچ پوچھیں تو منیٰ میں وقت بہت ہی اچھا گزرا۔ بہت سارے مختلف لوگوں سے تعارف بھی ہوا۔ اب اگلا مرحلہ عرفات کے لئے ہماری روانگی تھی۔ کوچ میں اور ویسے بھی ہر وقت تلبیہ پڑھتے تھے۔ یہاں بھی چاروں طرف خیموں کا ایک شہر آباد تھا۔ جدھر بھی نظر جاتی، دُنیا ہی دُنیا تھی اور ہر آنکھ میں آنسو اور لبوں پر دعائیں تھیں۔ بلکہ

یہ کہوں تو زیادہ سچ ہے کہ آہوں اور سسکیوں سے اپنے ربّ کے حضور التجائیں تھیں۔ یہاں پر جو نمازیں ادا کی گئیں وہ بھی بہت رقّت آمیز تھیں۔ یہاں بھی انسانوں کا ایک سمندر نظر آتا ہے اور انسان سوچتا ہے کہ یہ سب اللہ کے بندے ہیں جن کو اللہ نے خود بلایا ہے، یہ سب اللہ کے مہمان ہیں۔ جبلِ رحمت دیکھا، پاس تو نہیں جاسکے مگر دور سے ہی زیارت کی اور رورو کر دعائیں کیں، درود شریف اور کلمہ چہارم کا خوب، خوب وِرد کیا۔

اُسی دن شام کو مزدلفہ کی طرف روانگی تھی۔ چونکہ ہمارے حصہ میں ایک ہی کوچ تھی جس نے باری باری سب کو لیکر جانا تھا اس لئے کافی انتظار کرنا پڑتا تھا مگر ہماری باری جلد ہی آگئی۔ مزدلفہ کی رات کیا بتاؤں! یہ رات ایک عجیب رات تھی، کھلے آسمان کے نیچے تقریباً تین ملین لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر جمع ہوگئے۔ کہیں سے اذان کی آواز آرہی ہے تو کہیں باجماعت نماز ہورہی ہے اور کہیں زمین سے کنکریاں ڈھونڈ رہے ہیں۔ پھر رات کے وقت بہت ہی خوبصورت سماں تھا، سفید احرام پہنے ہوئے لوگ پہاڑوں پر چڑھ کر دعائیں مانگ رہے ہیں۔ جس کو جہاں جگہ ملی، وہیں سجدوں میں پڑے ہیں۔ اُس رات کی خوبصورتی کو شاید میں الفاظ میں اچھی طرح بیان کر ہی نہیں سکتی، صرف محسوس کرسکتی ہوں۔

مزدلفہ سے فجر کی نماز سے بھی پہلے ہماری روانگی شروع ہوگئی۔ کیونکہ لوگ بہت تھے اور کوچ صرف ایک تھی اس لئے ہر ایک کی خواہش تھی کہ ہمیں کوچ میں جگہ مل جائے۔ بہت سارے لوگ تو پیدل ہی چل پڑے۔ منیٰ کی طرف جاتے ہوئے ہمارا ڈرائیور راستہ بھول گیا جس سے ہم بیس منٹ کا سفر تقریباً تین یا چار گھنٹوں میں طے کرپائے۔ یہ دن بڑے شیطان کو سات کنکریاں مارنے کا دن تھا۔ مجھے یاد ہے کہ شدید گرمی کا دن تھا۔ ہم حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی یاد تازہ کرتے ہوئے لوگوں کے ایک سمندر کی طرح بہتے ہوئے جمرہ عقبہ کی طرف کنکریاں مارنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ جدھر بھی نظر اُٹھی تیز قدموں سے چلتے ہوئے لوگ دعاؤں میں مگن اپنے اپنے گروپ کے ساتھ رہتے ہوئے بھاگتے نظر آئے۔ سب کو اپنے گروپ سے بچھڑنے کا خوف بھی تھا۔ ہم سب ہاتھ میں ہاتھ لئے ایک دوسرے کا سہارا بنے رہے اور کوشش یہی تھی کہ ہم سب چھتری تانے معلم کے ساتھ ساتھ رہیں۔ الحمدللہ خیریت سے واپس منیٰ پہنچ گئے۔

اب یہ دن قربانی کا تھا۔ تقریباً تین یا چار بجے تک ہمیں یہ خوشخبری ملی کہ اُس قربانی کی یاد میں جو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کے لئے دی تھی، آج ہماری طرف سے بھی وہ فریضہ یہاں ادا ہوگیا۔ مردوں نے سر منڈوائے اور ہم عورتوں نے بھی انگلی کے ایک پور کے برابر بال کٹوائے۔ (بحوالہ فقہ احمدیہ، عبادات، صفحہ 334)

12 ذوالحج کو منیٰ میں ہمارا آخری دن تھا۔ آج رات کو ہم نے واپس مکہ مکرمہ کی طرف جانا تھا۔ ابھی ہم نے تینوں شیطانوں کو دو دو مرتبہ کنکریاں مارنی تھیں۔ ہجوم سے بچنے کے لئے ہمارے معلم صاحبان نے ہمیں ہدایات دیں کہ رات کو دو بجے ہم منیٰ سے رخصت ہو جائیں گے لہٰذا سب لوگ وقت پر تیار ہو جائیں۔ نیند بھلا کس کو آتی، ہم سب عین وقت پر باہر اپنے گروپ کے پاس آگئے اور ایک مرتبہ پھر انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دُعاؤں میں مصروف توبہ استغفار کرتے ہوئے رَمی کے لئے بڑھنے لگا۔ رات کے دو بجے یہ انسانوں کا بہتا ہوا سمندر ایک عجیب نظارہ پیش کر رہا تھا۔ اُس مقام پر پہنچے جہاں کنکریاں مارنی تھیں۔ کیونکہ ہم نے تینوں شیطانوں کو کُل دو، دو دفعہ کنکریاں مارنی تھیں اس لئے پہلے تینوں شیطانوں کو ایک ایک دفعہ رمی کرکے دوسرے دن کا انتظار کرنا تھا۔ سو ہم نے وہاں چٹائیاں بچھائیں اور اَذان کے انتظار کے لئے بیٹھ گئے اور اُس خوبصورتی کا نظارہ کرتے رہے کہ کسقدر دنیا ہے اور سب ایک ہی مقصد کے لئے اکٹھے ہیں۔

بہت خوبصورت ٹھنڈی رات تھی، کھلے آسمان کے نیچے یہ ہماری دوسری رات تھی۔ اس رات کی روحانیت کو بھی شاید میں اپنے الفاظ میں بیان نہ کرسکوں۔ اذان کے بعد نماز ہوئی اور شیطانوں کو کنکریاں ماریں۔ اللہ کرے کہ ہم تمام حج کرنے والے، جو اِن بے جان شیطانوں کو کنکریاں مارتے ہیں، اپنے دل کے شیطانوں کو بھی کنکریاں ماریں تاکہ خدا کی محبت دل میں پیدا ہو۔ آمین ثم آمین۔

اُس کے بعد ہمارے گروپ والے اپنے اپنے راستہ کو نکل گئے اور ہم آٹھوں احمدی چھوٹے سے گروپ کے ساتھ واپس مکہ کی طرف روانہ ہوئے، منیٰ سے مکہ تک یہ سفر ہم نے پیدل ہی طے کیا۔ چلتے چلتے آخر تھکے ہارے ہم اپنے ہوٹل پہنچے۔ نہائے دھوئے آرام کیا اور یہ سوچ کر کہ آخری رُکن (زیارت کعبہ) رات کو کریں گے، شاید رش کم ہو، ہم رات کے بارہ بجے ہوٹل سے نکلے۔ ہوٹل سے خانہ کعبہ تقریباً پندرہ بیس منٹ کے فاصلہ پر ہوگا مگر ہجوم کی وجہ سے ہماری ٹیکسی رات کے چار بجے خانہ کعبہ پہنچی۔ وہاں حاجیوں کی تعداد میں کوئی کمی نہیں تھی۔ ہمیں پھر بھی کوئی دشواری نہیں ہوئی، بڑے سکون سے دعائیں اور التجائیں کرتے ہوئے، اللہ کے حضور جھکتے ہوئے، گریہ زاری کرتے ہوئے، بیت اللہ کا دیدار کرتے ہوئے اور اپنی آنکھوں کو اُس کے نور سے منور کرتے ہوئے طواف مکمل کیا۔ اُس کے بعد صفا مروہ پر جاکر سعی کی۔ حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی یاد تازہ کر کے دعائیں کرتے ہوئے اس رُکن کو بھی ادا کیا۔ اور یوں الحمدللہ، ہمارا حج مکمل ہوگیا۔ شکرانے کے نفل ادا کئے۔ اپنے ساتھ تمام حاجیوں کو مبارک باد بھی پیش کی اور سب کا شکریہ بھی ادا کیا۔ اس کے بعد ہمارے پاس ایک ہفتہ مکہ مکرمہ میں قیام کا تھا جو ہم نے اپنی مرضی سے گزارنا تھا۔ وہ بھی عمرہ کرتے ہوئے اور زیارتیں کرتے ہوئے گزرا۔

میں اب اُن باتوں کا ذکر کرنا چاہتی ہوں جن کی وجہ سے ہمارا یہ روحانی سفر آسانی سے گزرا۔ ہمارے معلم صاحب نے مدینہ میں ہمارے کھانے کا اور دیگر سہولتوں کا بہترین انتظام کیا ہوا تھا۔ ہمیں کبھی بھی اور کہیں بھی اپنا سامان نہیں اُٹھانا پڑا۔ مکہ میں ہمارے پیکیج میں کھانا شامل نہیں تھا، مگر وہاں بھی وہ ہمیں کھانا مہیا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ واپسی میں ائیرپورٹ پر جہاں اور کوئی سہولت نہیں تھی وہاں بھی بہترین چکن پلاؤ اور سوفٹ ڈرنک سے ہماری مہمان داری کی گئی۔ چونکہ ہمارے علم میں یہی تھا کہ مکہ میں ہم نے اپنا کھانا وغیرہ خود بنانا ہے سو ہم نے اپنا انتظام کیا ہوا تھا۔ ہوٹل میں ہمیں باورچی خانہ کی سہولت میسر تھی۔ نرگس، قمر اور بشریٰ نے بہت اچھی طرح سے کچن کو سنبھالا۔ عشرت صاحب، ایوب ندیم صاحب اور داؤد صاحب نے بھی پوری طرح کچن میں ساتھ دیا۔ میرے اور نصرت کے ساتھ کوئی مرد نہیں تھا سو ہم دونوں کی آپس میں کمپنی بہت اچھی رہی، حج کے بعد میں چیسٹ انفیکشن کی وجہ سے بیمار ہوگئی تو میری دیکھ بھال بھی اُس نے بہت کی۔ فجزاھااللہ۔

حج کی تو ہر بات ہی قابل توجہ اور قابل ذکر ہے، مگر ایک واقعہ ایسا بھی ہے جو میرے ہی نہیں بلکہ ہمارے گروپ کے ہر شخص کے دل میں گھر کر گیا تھا۔ یہ واقعہ ایک نوجوان بیٹے کا ہے جس کی والدہ تقریباً 83 برس کے قریب تھیں اور وہ ویل چیئر پر تھیں، ایک قدم بھی چل نہیں سکتی تھیں۔ وہ دونوں ایران سے تھے۔ اُس بیٹے نے اپنی والدہ کو اس قدر پیار سے سنبھالا ہوا تھا کہ ہر شخص حیران ہوتا تھا۔ پورا سفر انہوں نے ہمارے ساتھ کیا، کوچ سے اُترتے اور بیٹھتے ہوئے ہمیشہ ماں کو گود میں اُٹھالیتا۔ ایک مرتبہ کوچ پر چڑھتے ہوئے اُس کی ماں کا ہاتھ میں نے پکڑنے کی کوشش کی تو بڑے پیار سے بولا "آپ کا شکریہ، مگر مجھے اچھا لگتا ہے کہ اپنی ماں کا ہر کام خود کروں"۔ ماں کو گود میں اُٹھا کر ٹائلٹ لیکر جاتا، وہاں کسی نہ کسی عورت کی مدد لینی ہی ہوتی تھی مگر اُتنی دیر دروازے کے باہر انتظار کرتا۔ اُس کا اپنی ماں کو پیار کرنا اور کھانا کھلانا، پانی پلانا ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کا خیال رکھنا، بہت متاثرکُن تھا۔ ایک بار ہم نے پندرہ گھنٹے مسلسل کوچ کا سفر کیا اُس بیٹے نے اس وقت کیسے اپنی ماں کو سنبھالا، یہ صرف دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ ہاں میں یہ ضرور کہہ سکتی ہوں، اور یہ بات میں نے اُس کو کہی بھی، کہ تمہیں دیکھ کر ہی لگتا ہے کہ تمہارا حج اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہوگیا ہوگا (ان شاءاللہ)

حج کے بعد اُس سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا 'آپ کی والدہ حج کر کے خوش ہیں؟' کہنے لگا 'ہاں'۔ پھر بتانے لگا کہ حج اور زیارت ختم کر کے میں نے ماں کو پوچھا تھا کہ 'ماں حج کر کے خوش ہو؟' تو کہنے لگی 'ہاں خوش تو بہت ہوں مگر تمہارے والد کی بہت خواہش تھی کہ وہ بھی حج کریں، وہ تو نہیں کرسکے سو اب تم اُن کے حصہ کے بھی سات چکر لگا آؤ'۔ لہٰذا میں اب دونوں کی طرف سے طواف کر کے آرہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کا حج قبول فرمائے۔ آمین۔

آخر میں مَیں بھی اپنے تمام ساتھیوں اور حاجیوں کے لئے دعا کرتی ہوں کہ اللہ پاک سب کے حج قبول فرمائے، ہمیں اپنے خاص فضلوں اور انعام واکرام سے نوازے، اپنی پوری فرمانبرداری اور اطاعت کی توفیق بخشے۔ ہمارے اندر وہ تمام پسندیدہ صفات پیدا کرے جو ہماری اخلاقی ترقیوں کی راہیں ہموار کرنے کا موجب ہوں۔ ہمارے نفس کا تزکیہ ہو، تقویٰ کی روح بیدار ہو، اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو اور اللہ کی محبت ہر دوسری خواہش پر غالب آجائے۔ آمین۔

مَیں اُس ذاتِ پاک کا جتنا بھی شکر ادا کروں، کم ہے کہ اُس نے مجھے توفیق بخشی اور میں نے اتنا بڑا انعام پایا۔ مَیں اپنے آپ کو بے حد خوش نصیب سمجھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ جیسی گنہگار کو نواز دیا۔ مجھے آج تک یقین نہیں آتا، سوچتی ہوں کہ کیا واقعی میں نے حج کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری تمام کمزوریوں کی پردہ پوشی فرمائے اور مجھے اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق بخشے اور میرے اندر حج کی روح ہمیشہ قائم رہے۔ آمین ثم آمین۔

# ہ بلانے والا ہے سب سے پیارا

(ترنم رشید اہلیہ ڈاکٹر رشید احمد صاحب شہید۔لندن)

اگرچہ اِس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے، ہر چیز کو فنا ہے اور بالآخر ایک روز ہر شخص نے اس جہانِ فانی سے رخصت ہونا ہے۔ مگر جب کوئی بہت پیاری ہستی یک لخت جدا ہوتی ہے تو دل فرطِ غم سے بے قابو ہونے لگتا ہے۔ ایسے وقت میں صرف وہ رحیم و کریم مولیٰ ہی سہارا بن کر غم سے چُور دل کو صبر اور تسکین دیتا ہے۔

15 نومبر 2002ء کا دن میرے لئے ایک المناک دن تھا۔ یہ 9 رمضان المبارک اور جمعہ کا روز تھا جب میرے شوہر مکرم ڈاکٹر رشید احمد صاحب (آرتھوپیڈک سرجن) نے جام شہادت نوش فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ حسبِ معمول اپنی ڈیوٹی کی انجام دہی کے لئے اپنے ہسپتال (واقع رحیم یار خان) میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ظالم نے اُن پر گولی چلادی تھی۔

وہ بلاشبہ نہایت اعلیٰ اوصاف کے مالک، ایک بااصول انسان تھے۔ بہت ہی نفیس طبیعت رکھتے تھے۔ محبتوں کا تو ایک سمندر ان کے دل میں موجزن تھا۔ خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار تھے۔ اپنی والدہ سے محبت کا انداز تو بالخصوص بہت ہی نرالا تھا۔ باقی بھی تمام رشتوں کو نبھانا خوب جانتے تھے۔ فلاحی کاموں میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے بارے اور کیا کہوں! شہادت کا مقام پانا ایک ایسا اعزاز ہے کہ ایسا اِنسان پھر کسی اور تعریف کا محتاج نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں شہیدوں کا ذکر نبیوں، صدیقوں اور صالحین کے ساتھ فرمایا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بے حد کارساز ہے، شہیدوں کی قربانیاں رائیگاں نہیں جاتیں اور آزمائش کے وقت میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو وہ کبھی ضائع نہیں کرتا۔ ہم خود اِس حقیقت کی زندہ مثال ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی شہادت کے وقت جو صبر کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مجھے دی وہ محض اُس کا خاص فضل و کرم ہی تھا۔ اُس وقت سے کچھ عرصہ پہلے ہی میرے والد صاحب کو بھی شہادت کا رتبہ نصیب ہوا تھا۔ اُن کی شہادت میری امی کے لیے اِتنا بڑا امتحان تھی کہ کچھ ہی عرصہ بعد ان کا بھی ہارٹ فیل ہو گیا۔ میرے لئے پے در پے اپنے والد صاحب کی شہادت، پھر اپنی امی کی وفات اور پھر اپنے شوہر کی شہادت جیسے صدمات کو برداشت کرنا بہت ہی مشکل امر اور ایک بے اِنتہا بڑی آزمائش تھی۔ اچانک خود کو بہت تنہا محسوس کیا مگر میری نظروں کے سامنے میرے چار چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ اتنی پیاری ہستیوں کی جدائی پر تمام عمر غم میں ڈوب کر گزار دینا تو بہت آسان راستہ تھا۔ لیکن وہ چار زندگیاں، اللہ تعالیٰ کے وہ حسین انعام اور پیارے تحفے جو اس نے اولاد کے رنگ میں امانتاً میرے حوالے کئے تھے مَیں انہیں ہرگز ضائع نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔ بلکہ مَیں اپنے پیچھے چار اچھے انسان اور جماعت کے لئے ایسے فعال وجود چھوڑنا چاہتی تھی جو کہ اپنے عظیم باپ کے نقشِ قدم پر چل کر دکھی انسانیت کی خدمت کریں۔ اور اپنے باپ کی روح کی تسکین کا باعث ہوں۔ تو بس اسی تمنا کے ساتھ میں نے اپنے خدا سے دعا کی کہ "اے خدا! اس

دنیا میں مجھے اکیلا نہ چھوڑنا۔ مَیں بس صرف تیری محتاج رہوں، تُو مجھے اور کسی کا محتاج نہ کرنا، مَیں صبر و ہمت سے ان غموں کو برداشت کروں گی اور محنت کروں گی"۔ ہمارا تو یہی ایمان ہے کہ:

ہو فضل تیرا یا رب یا کوئی ابتلاء ہو
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

(کلامِ محمود)

پھر جیسا کہ خدا کا وعدہ ہے کہ وہ صبر کرنے والوں اور محنت کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اس نے ہمیشہ ہماری تائید و نصرت فرمائی اور خاص فضل ہم پر نازل کئے۔ اتنے فضل اور انعام کہ ساری زندگی بھی اگر مَیں سجدے میں پڑی رہوں تو اُن کا شکر ادا نہیں کر سکتی۔

ڈاکٹر صاحب کی زندگی میں بھی ہم اکثر لندن جلسے پر جایا کرتے تھے۔ اُن کی شہادت کے بعد بچوں کو لے کر میں انگلینڈ ہی آگئی۔ اُس وقت میرا بڑا بیٹا گیارہ سال کا تھا، دوسرا آٹھ سال کا، تیسرا پانچ سال کا، اور چھوٹا صرف ایک سال کا تھا۔ میں ایک عام گھریلو عورت تھی۔ بہت صبر آزما وقت تھا۔ نیا ملک، نیا ماحول، چھوٹے چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت اور اُن کی پرورش کی ذمہ داریاں، بہت کٹھن مراحل میرے سامنے تھے۔ ایسے وقت میں اللہ پر توکل کرتے ہوئے اور دعائیں کرتے ہوئے مَیں نے اپنا بزنس شروع کیا۔ شب و روز محنت کی جس میں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ برکت ڈالی۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہی ہے کہ پھر وہ وقت بھی آیا جب مجھے لجنہ اِماءاللہ برطانیہ کی طرف سے حوصلہ افزائی کے لیے 'Business Woman of the Year' کا ایوارڈ ملا۔ الحمدللہ۔

میری زندگی کا اصل مقصد اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کرنا تھا جسے میں نے ہمیشہ مدّ نظر رکھا۔ اپنی اولاد کی طرف میں پوری توجہ دیتی رہی اور خدا نے اپنی رحمت سے میری اس لگن کو پاک پھل لگائے۔ نیک اور لائق اولاد اس دنیا میں سب سے بڑا انعام ہے جو اُس نے مجھے اپنے فضل سے دیا۔ اپنی اولاد کے لیے 'میڈیکل کی تعلیم میں اعلیٰ کارکردگی پر پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دستِ مبارک سے گولڈ میڈل وصول کرنا' میرا ایک خواب تھا جسے میرے خدا نے مجھے پورا کر کے دکھا دیا۔ ماشاءاللہ، الحمدللہ۔ میں بس یہی توفیق مانگتی ہوں کہ جو نعمتیں اُس نے مجھے دی ہیں، جو فضل اُس نے مجھ پر کئے ہیں اُن کا بہترین رنگ میں شکر کرنے کی توفیق بھی مجھے دے۔ آمین۔

ڈاکٹر صاحب ایک عظیم انسان تھے۔ میں سمجھتی ہوں کہ شہادت کا رتبہ بھی انہیں ہی نصیب ہوتا ہے جو اس مقام کے لائق اور اللہ کے پیارے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب شہید کے درجات بلند فرمائے، اور اُن کے پیارے بچوں کو اُن کی خوبیوں اور نیکیوں کا وارث بنائے۔ آمین۔

بے شک دعائیں کبھی رائیگاں نہیں جاتیں۔ پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اور میری پیاری جماعت کی ہر موقع پر شہداء کے لئے اور اُن کے ورثاء کے لئے جو دعائیں ہوتی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ نے ہمارے حق میں قبول فرمائیں۔ اللہ کرے کہ ہر شہید کے خاندان پر اِسی طرح فضل نازل ہوں جس طرح اللہ نے مجھ پر اور میرے بچوں پر کئے اور اللہ کرے کہ یہ فضل دائمی ہوں۔ آمین

بلانے والا ہے سب سے پیارا اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر (درثمین)

# منظوم اِنتخاب

(**مرحومہ مریم سلمان** صاحبہ کے میٹھے کلام میں سے چند اشعار قارئینِ النصرت کے لیے)

## خلافت

خلافت خدا کا ہی احسان ہے
خلافت پہ قرباں میری جان ہے
یہی ہے اندھیروں میں روشن ستارہ
یہی ہے جو طوفان میں ہے کنارہ
یہی امن کی آج پہچان ہے
خلافت پہ قرباں میری جان ہے
گلابوں سے ہے خوبصورت امام
اسے جا کے کہنا ہمارا سلام
وہی ہے محبت وہی شان ہے
خلافت پہ قرباں میری جان ہے

(ڈاکٹر نگہت صاحبہ کی غزل '**اپنی نظروں پہ بھی نظر رکھئے**' کی زمیں پر لکھے گئے چند اشعار)

ہر قدم سوچ سوچ کر رکھئے
گھر کی باتوں کو اپنے گھر رکھئے
کوئی خوشبو نہیں دعا جیسی
گھر کے آنگن میں یہ شجر رکھئے
ڈھونڈنے سے خدا بھی ملتا ہے
روح سجدے میں آنکھ تر رکھئے
بھول جائیں خطائیں لوگوں کی
نیکیاں یاد عمر بھر رکھئے
شاعری ہو، یا گفتگو ہر آن
اپنے لہجے کو معتبر رکھئے
دو سنانے کی ہے اگر عادت
چار سننے کا بھی ہنر رکھئے

# شاعرہ کا مختصر تعارف

عزیزہ مریم سلمان گُل 17 جون 2019ء کو 25 سال کی عمر میں، مختصر علالت کے بعد، وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ محترم مبارک احمد صدیقی صاحب کی بیٹی تھیں جن کا شمار مایہ ناز احمدی شعراء میں ہوتا ہے۔

ہمارے پیارے **حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز** نے 21 جون 2019ء کے خطبہ جمعہ کے بعد آپ کا جنازہ پڑھایا۔ جنازے سے قبل مرحومہ کے مختصر تعارف میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"۔۔۔ بڑی ملنسار اور خوش اخلاق بچی تھیں۔ نمازوں کی بڑی پابند تھیں۔ ہمدرد اور خدمت گزار تھیں۔ خلافت سے بڑا محبت کا تعلق تھا۔۔۔ بڑی خوش اخلاق، ہنس مکھ اور مستحق افراد کی باقاعدگی سے مدد کرنے والی تھیں۔ ان کے حلقہ کی صدر لجنہ کہتی ہیں کہ عزیزہ مریم سلمان سیکرٹری نومبائعات کے طور پر بہت اچھا اور مثالی کام کر رہی تھیں اور نئی احمدی ہونے والی خواتین سے ایسا پیار کا تعلق قائم رکھتی تھیں کہ نئی احمدی خاتون کو جماعت کے نظام سے خود بخود محبت ہو جاتی تھی۔۔۔ عزیزہ مریم کے والد مبارک صدیقی صاحب لکھتے ہیں۔ بڑی باقاعدگی سے خطبات سنتی تھی۔ ہر کام میں دین کو دنیا پر مقدم رکھتی تھی۔ وفات سے ایک دو دن قبل مجلس شوریٰ تھی اور مریم آئی سی یو میں تھی اور میں نے اس سے کہا کہ میں لکھ کر شوریٰ نہ اٹنڈ (attend) کرنے کی اجازت لے لیتا ہوں لیکن مریم کہنے لگی کہ نہیں۔ آپ میری فکر نہ کریں اور میری وجہ سے جماعت کا پروگرام نہیں چھوڑنا اور شوریٰ میں شامل ہوں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہم نے یہی عہد کیا ہوا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے۔ انگریزی نظمیں بھی لکھتی تھی اور ایک انگریزی نظم کا خلاصہ کچھ یہ ہے کہ جب بھی تم نیکی کا کوئی کام کرنا شروع کرو گے تو تمہیں بہت مشکلات آئیں گی اور لوگ تمہارے خلوص پر شک کریں گے۔ لوگوں کو اپنا کام کرنے دو اور تم اپنا نیکی کا کام کرتے جاؤ۔ اسی طرح انہوں نے خلافت پر ایک نظم اردو میں بھی لکھی تھی۔"

(مذکورہ نظم قارئین ساتھ والے صفحہ پہ ملاحظہ کر رہے ہیں)

**حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز** نے مرحومہ کے لیے مندرجہ ذیل دعائیہ کلمات بھی فرمائے:

"اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور مغفرت کا سلوک فرمائے اور جس طرح اس بچی نے اپنے خدا سے امید رکھی تھی اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر اس سے اپنے پیار کا سلوک فرمائے اور اپنے پیار کی آغوش میں لے لے۔ اس کے درجات بلند فرماتا رہے اور اس کی بچیوں کو بھی ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے اور تمام وہ دعائیں جو اس نے اپنی بچیوں کے لیے کی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔"

(آمین)

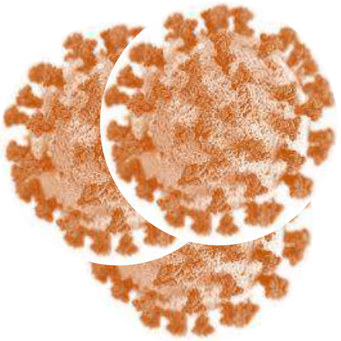

# کرونا وباء پر ایک ماں کی ذاتی رائے

(سعدیہ داؤد۔ ریجمنڈ پاک)

کرونا بلاشبہ ایک ایسی وباء ہے جس نے ساری دنیا کو اپنے اندر جکڑا ہوا ہے۔ دنیا پریشانی اور مسائل کا شکار ہے، ایک افراتفری کا عالم ہے جس نے سب کو بے چین کر رکھا ہے۔ ان نامساعد حالات میں، اگر دیکھا جائے، تو ایک احمدی مسلمان کے واسطے ان حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے خلافت اور خلیفۂ وقت کی رہنمائی ایک انتہائی غیر معمولی نعمتِ خداوندی ہے۔

مجھے لگتا ہے کہ ایسے مشکل وقت میں ہم احمدی مسلمان غیروں کی نسبت زیادہ مطمئن اور پرسکون ہیں کیونکہ ہمارے پاس اس وقت کو پرامن اور پرسکون طریقے سے گزارنے کے لئے بہت سی دینی مصروفیات ہیں۔ عام خیال ہے کہ بچوں کی ہر وقت گھر پر موجودگی سے ماؤں کی مصروفیات اور سرگرمیاں غایت درجہ بڑھ گئی ہیں مگر میرا تو خیال یہ ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا ایک پیارا انعام بھی ہے۔ دینی تربیت کے حوالے سے سچ کہوں تو مجھ سمیت کئی مائیں کبھی کبھی یہ خیال کر لیتی تھیں کہ بچوں نے اگلے دن جلدی سکول جانا ہے تو دینی معمولات میں ذرا نرمی برتی جائے لیکن دیکھیے، وہ بہانہ ہی ختم کر دیا اِس وبا نے!

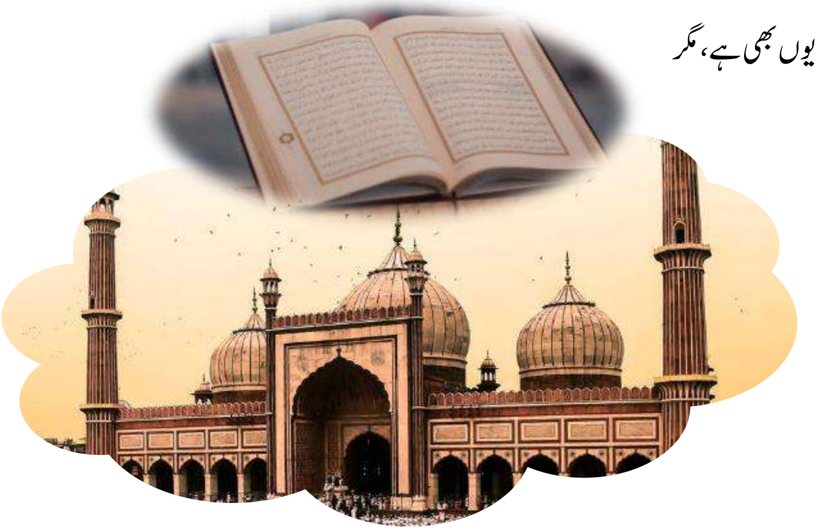

رمضان تربیت کے لحاظ سے خدا تعالیٰ کی ایک عنایت تو یوں بھی ہے، مگر اِس سال تو میرا رمضان دوسرے سالوں کے رمضان کی نسبت بھی زیادہ دلچسپ اور مزیدار گزر رہا ہے۔ میرے الحمدللہ چار بچے ہیں۔ وہ سب تہجد کے وقت میرے ساتھ اٹھتے ہیں، ہم سب باجماعت تہجد پڑھتے ہیں اور اکٹھے بیٹھ کر سحری کرتے ہیں۔ پھر نماز باجماعت کی ادائیگی ہوتی ہے، امام صاحب کا درس سنتے ہیں اور پھر قرآن کی محفل جمتی ہے تو دل کو عجیب سا سرور نصیب ہوتا ہے اور یہ حالات نعمتِ خداوندی لگنے لگتے ہیں۔

پھر سارا دن بچوں میں مقابلہ کا سا سماں رہتا ہے کہ قرآن کا مقرر کردہ حصہ کس نے کب تک مکمل کیا ہے! میں نے سب سے کہا کہ قرآن کے صفحات کو رمضان کے دنوں کے ساتھ تقسیم کر کے اندازہ لگا لو کہ ہر روز کس قدر صفحات پڑھنے ہیں جس سے آپ کا قرآن مجید کا ایک دور مکمل ہو جائے تو سب نے اپنا اپنا حساب لگا لیا اور اسی حساب سے پڑھنے لگے۔ یوں الحمدللہ سب کا ایک ایک دور مکمل ہوا۔ اس کے علاوہ کچھ تعلیمی نصاب کا حصہ جو بچوں کا نامکمل تھا اسے پورا کرنے کا ایک نادر موقع مل گیا۔ قرآنی سورتیں اور قرآنی دعائیں حفظ کرنے کا موقع مل گیا۔ سچ پوچھیں تو بچے سارا دن سکول کے کام کے ساتھ ساتھ ان دینی کاوشوں کی وجہ سے اس قدر مصروف رہتے ہیں کہ گھر میں بند رہنے کے احساس کو ذہن پر سوار ہونے کا موقع ہی نہیں ملتا جو کہ سُنا ہے بعض لوگوں کو بہت پریشان کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی بھی مشکلیں آسان فرمائے۔ آمین۔

میری خدا سے یہ بھی دُعا ہے کہ اگر یہ آفت دنیا میں ابھی مزید رہنی ہے تو اِس کے دوران گھروں میں رہتے ہوئے وہ ہمیں اپنی معرفت کی حقیقت سے آشنا کر دے اور اس طرح یہ دن آفت نہیں بلکہ سعادت بن جائیں۔ آمین، ثم آمین یارب العالمین!

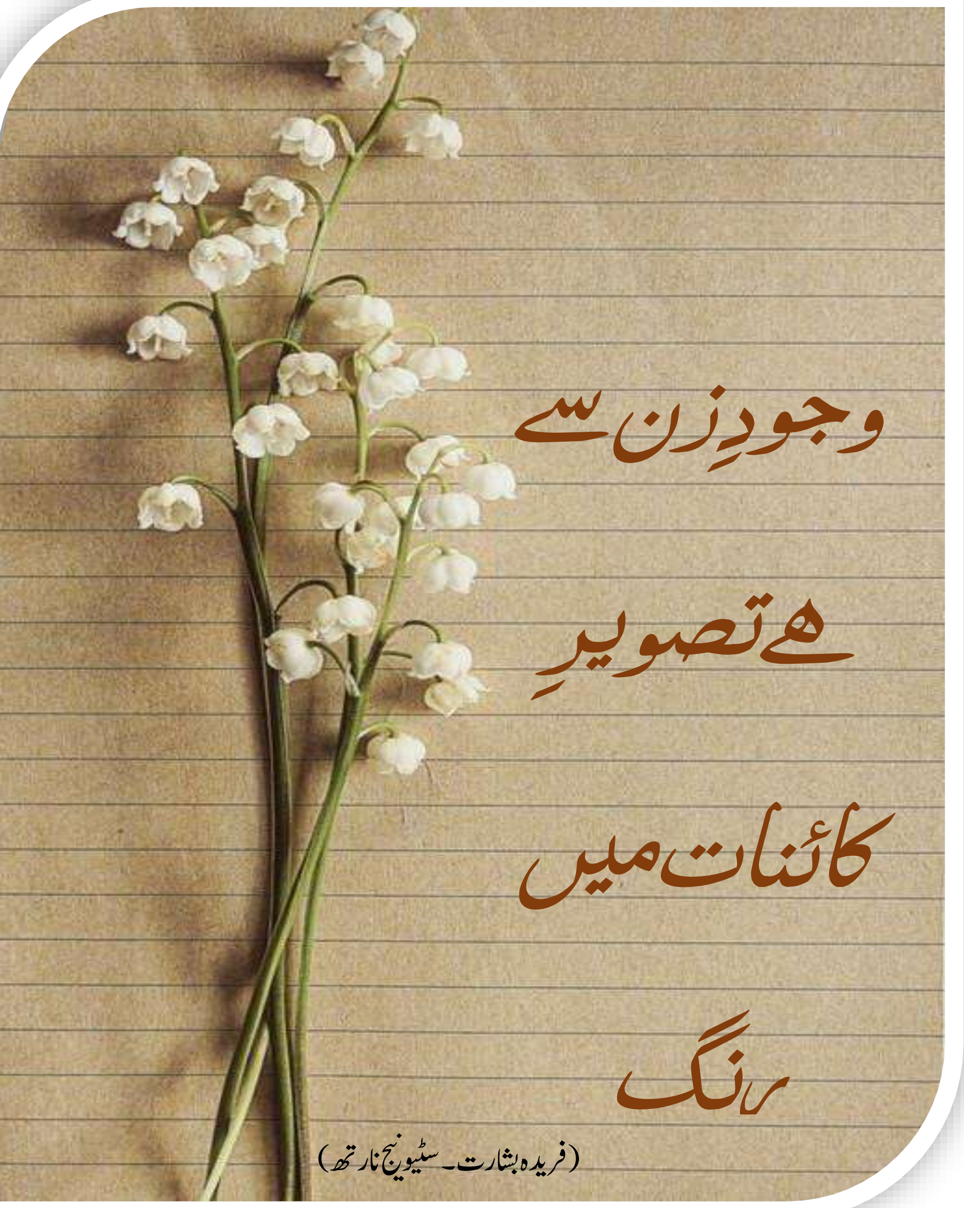


# ملکہ ٔ سبا

قارئینِ النصرت جانتے ہیں کہ 'وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ' اُن خواتین کے تذکرہ کا سلسلہ ہے جنہیں ربِّ کائنات نے اپنی لامتناہی بصیرت کے ماتحت اپنی 'لوحِ محفوظ' میں داخل فرمایا ہے۔۔ کہیں دلکش اور قابل تقلید نمونہ کی حیثیت سے اور کہیں اِس کے برعکس عبرت آمیز نشانوں کے طور پر، لیکن ظاہر ہے کہ ہر دورنگ میں ہی یہ تذکرے بنی نوع انسان کے واسطے ہدایت سے پُر ہیں.

زیرِ نظر مضمون میں آج ہم ملکہ ٔ سبا بلقیس کا ذکر کریں گے جن کی پر شوکت حکومت کا بیان خدائے حکیم و دانا نے سورہ النمل میں بیان فرمایا ہے اور جنہیں ایک پاک نبی کے ہاتھ پر قبولیت توحید کی توفیق ملی تھی۔ یہ بلاشبہ ایک بہت ہی دلچسپ اور پُر حکمت قصّہ ہے۔ قرآن کریم میں ملکہ ٔ سبا کا ذکر کچھ اِس طرح بیان ہوا ہے:

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ
مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِنِّىْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ
اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۴﴾ وَجَدْتُّهَا وَ
قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَيَّنَ لَهُمُ
الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا
يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۵﴾

(سورۃ النمل، آیت 23)

**ترجمہ:**

پس وہ (یعنی سلیمان) زیادہ دیر نہیں ٹھہرا تھا کہ (ہدہد آ گیا اور) اس نے کہا میں نے وہ بات معلوم کر لی ہے جو آپ کو معلوم نہیں اور میں سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ یقیناً میں نے ایک عورت کو ان پر حکمرانی کرتے پایا اور اسے ہر چیز میں سے کچھ عطا کیا گیا ہے اور اس کا ایک عظیم تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ کی بجائے سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا اور شیطان نے ان کے اعمال ان کو خوبصورت کر کے دکھائے ہیں پس اس نے (سچی) راہ سے ان کو روک دیا ہے۔ پس وہ ہدایت نہیں پاتے۔

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

**حضرت مسیح موعود علیہ السلام** فرماتے ہیں:

"قرآن شریف میں ایک شاہزادی بلقیس نام کا ایک عجیب قصہ لکھا ہے جو سورج کی پوجا کرتی تھی شاید وید کی پیرو تھی۔"

(روحانی خزائن، جلد 23، چشمۂ معرفت، صفحہ 290)

سورہ النمل کی آیات کے حوالے سے ضمناً یہ بیان بھی قارئین کے لیے دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو غیر از جماعت علماء کی تفسیروں میں کئی طرح کے ماورائی قصوں کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ آپ غیر انسانی مخلوق جیسے کہ جنّات اور تمام چرند، پرند اور حشرات الارض پر بھی حکومت کرتے تھے۔

اس قسم کی تفاسیر کا محرک غالباً مندرجہ ذیل آیات بھی رہی ہوں:

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۸﴾

(سورہ النمل، آیت 18-17)

## ترجمہ:

**اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا اور اس نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی زبان سکھائی گئی ہے اور ہر چیز میں سے ہمیں کچھ عطا کیا گیا ہے۔ یقیناً یہ کھلا کھلا فضل ہی ہے۔ اور سلیمان کے لئے جن وانس اور پرندوں میں سے اس کے لشکر اکٹھے کئے گئے اور انہیں الگ الگ صفوں میں ترتیب دیا گیا۔**

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہُ اللہ)

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی معرکتہ الآرا تصنیف تفسیر کبیر میں جہاں کئی دوسرے انبیاء پر اٹھنے والے مخالفانہ اعتراضات کا دفاع فرمایا ہے وہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے وجود سے وابستہ کہانیوں کا بھی بڑی خوبی سے قلع قمع فرمایا ہے۔

'**منطق الطیر**' کے حوالہ سے آپؓ فرماتے ہیں کہ مفسرین تو اپنی طرف سے یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام کی امتیازی خصوصیت کے طور پر بیان کرتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تیتروں بٹیروں تک کی بولی سکھادی مگر یہ تو سوچو کہ اِس بولی کا فائدہ کیا تھا؟

**''یا تو یہ تسلیم کیا جائے کہ پرندے بھی بڑے بڑے علوم اور معارف جانتے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اِس علم سے محروم رہیں اس لیے اس نے آپ کو ان کی زبان بھی سکھادی۔۔۔ اگر یہ بات مانی جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ پرندے انسان سے افضل ہیں اور پھر ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ پرندوں کو ذبح کرنا جائز نہیں۔۔۔۔ یہ تو 'اندھیر نگری چوپٹ راج' والی بات ہوگی جس کو کوئی بھی معقول انسان تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا ۔حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی ایک استعارہ اور مجاز ہے جس کو لوگوں نے نہ سمجھا اور وہ صحیح راستے سے بھٹک کر دور از کار بحثوں میں الجھ کر رہ گئے۔''**

(تفسیر کبیر، جلد ہفتم، صفحہ 356)

اب سوال یہ ہے کہ آخر پھر 'منطق الطیر' سے کیا مراد ہے؟ اس بابت حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

**''طیر عربی زبان میں اُڑنے والی چیز کو کہتے ہیں اور استعارۃً اس سے وہ لوگ مراد ہوتے ہیں جو عالمِ روحانی کی فضاؤں میں پرواز کرتے اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ اور اس کے محبوب ہوتے ہیں۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا ایک الہام بھی ان معنوں پر روشنی ڈالتا ہے۔ آپ کو ایک دفعہ الہام ہوا کہ 'ہزاروں آدمی تیرے پروں کے نیچے ہیں' (تذکرہ، صفحہ 250) اب ظاہر ہے کہ۔۔۔ پرندے کے پروں کے نیچے بیٹھنے والے بھی پرند ہی ہوتے ہیں۔ گویا اس الہام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی پرندہ قرار دیا گیا۔''**

(تفسیر کبیر، جلد ہفتم، صفحہ 357-356)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بڑی صراحت سے سمجھایا ہے کہ برگزیدہ لوگوں کو استعارۃً پرندہ کہنے میں کیا حکمت ہے، وہ یہ کہ وہ روحانی طور پر خدا تعالیٰ کی طرف پرواز کرتے ہیں اور آسمانی علوم جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتے ہیں ان کو سب سے پہلے پا لینے والے بنتے ہیں۔ سو قرآنِ حکیم نے یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کے **روحانی منصب** کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ان کا عالمِ منطق الطیر ہونا بیان فرمایا ہے۔ اور اس سے یہاں یہودیوں اور عیسائیوں کی ایک بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ کرنا مقصود ہے کیونکہ اُن لوگوں کے نزدیک حضرت سلیمان علیہ السلام نبی نہیں بلکہ صرف ایک بادشاہ تھے۔

بائبل پوری کھنگال کر دیکھ لیجئے، کہیں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبی قرار نہیں دیا گیا بلکہ King Solomon نام کا ایک فلاسفر اور عالِم قرار دیا گیا ہے بلکہ حد یہ ہے کہ بائبل نے تو آپ میں روحانیت نہ ہونے کا الزام بھی لگا دیا ہے۔ (نعوذباللہ)۔ اب قارئین یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن کریم نے 'عالِمِ منطق الطیر' کہہ کر کس قدر دلکش اور لطیف انداز میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے منصبِ نبوت اور روحانیت پر روشنی ڈالی ہے۔ سبحان اللہ! لیکن پھر بھی بعض مفسّرین اس ذکر کو صرف اور صرف ظاہر پر محمول کر کے اس لطیف نکتہ سے محروم ہیں۔

بلاشبہ یہ درست ہے کہ 'منطق الطیر' کا ظاہری معنٰی بھی ہے جس کی وضاحت **حضرت خلیفتہ المسیح الاوّل** رضی اللہ عنہ نے اپنے مخصوص انداز میں یوں فرمائی ہے:

> "علم منطق الطیر۔۔۔بڑا بھاری علم ہے۔ اس علم کے ایک شعبہ آوازوں سے شکاری لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، طبیب علاج میں اور سیّاح پانی، آبادی، راستوں کا پتہ ان کے ذریعے لگاتے ہیں۔ روحانی لوگ کشف والے ان کے حالات سے اعلیٰ سے اعلیٰ عجائبات حاصل کرتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو دونوں قسم کے فوائد ظاہری و باطنی منطق الطیر سے حاصل تھے۔۔۔ایک منطق الطیر اس علم کا نام ہے جو انبیاء کو عطا ہوتا ہے، دوسرا وہ جو حکماء کو، تیسرا تجربہ کاروں کو، سلیمان علیہ السلام کو تینوں علم بخشے گئے۔"

(حقائق الفرقان، تفسیر سورہ النمل آیت 17، صفحہ 284)

اسی طرح جو قرآن شریف کی آیت میں آیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی فوج میں 'جن' بھی تھے، اس حوالے سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”جنّات کا لفظ سامنے آتے ہی مفسّرین کا ذہن پھر اس طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ یہ کوئی غیر مرئی مخلوق ہے جو حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے قبضہ میں تھی۔ حالانکہ اگر وہ قرآن کریم پر غور کرتے تو انہیں اس قدر دور از کار تاویلات کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی“

(تفسیر کبیر، جلد ہفتم، صفحہ 359)

تفسیرِ کبیر میں حضورؓ نے بے حد مدلل انداز میں متعدد قرآنی آیات سے اِستنباط کرتے ہوئے یہ ثابت فرمایا ہے کی ’جن‘ سے مراد وہ غیر معمولی استعداد، رسوخ اور جتھہ رکھنے والے لوگ ہوا کرتے ہیں جن کی گنتی بوجوہ عام انسانوں سے الگ کرنا مقصود ہو۔ ایسے ہی طاقتور سرداران ِقوم کا ذکر قرآنِ کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خود خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے متبعین کے طور پر بھی کیا ہے لیکن کہیں بھی اِن سے مراد کوئی غیر اِنسانی مخلوق نہ تھی۔

اب ان ضروری تشریحات کے بعد ہم واپس اصل مدعا کی طرف چلتے ہیں۔ سورۃ النمل کی آیت 23، جو مضمون کے آغاز میں بیان کی گئی، کا مطلب ایک قصّے کے رنگ میں یوں کر دیا جاتا ہے کہ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار سے ہُدہُد نامی پرندہ غیر حاضر تھا جس پر آپؑ سخت برہم ہوگئے۔ جب وہ پرندہ آیا تو اس نے آکر ملکۂ سبا کی سلطنت کے حالات سنائے آئے اور گویا اپنی غیر حاضری کو justify کیا۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک پرندے کے بارے میں ایک نبیٔ خدا اِس قدر کیوں برہم ہوں گے کہ اُسے سخت ترین سزا دینے کا فیصلہ کریں، اور پھر آگے چل کر یہ بھی تفسیروں میں ثابت کیا جاتا ہے کہ وہ پرندہ ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط ملکہ کے پاس لے گیا اور ملکہ نے بھی اسی پرندے کے ہاتھ تحفے تحائف حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھجوائے۔ اپنی ماورائی کہانی کا بھرم رکھنے کو ایڑی چوٹی کا زور لگاتے، غیر از جماعت مفسرین یہ بات کلیتاً نظر انداز کر دیتے ہیں کہ ہُدہُد نامی پرندہ تو کوئی تیز پرواز پرندہ ہے ہی نہیں، یہ تو جہاں پیدا ہوتا ہے، اُسی علاقے میں مر جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ کیسا ہُدہُد ہے جو۔۔۔

”دمشق سے اُڑا اور آٹھ سو میل اُڑتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ سبا کے ملک تک پہنچا اور وہاں سے خبر بھی لے آیا۔ گویا وہ ہُدہُد آجکل کے ہوائی جہازوں سے بھی زیادہ تیز رفتار تھا (اور توحید کے) اس کو وہ مسئلے معلوم تھے جو آجکل کے مولویوں کو بھی معلوم نہیں“

(تفسیر کبیر، جلد ہفتم، صفحہ 371)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مستند حوالہ جات سے ثابت فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام یمن میں رہنے والی ایک قوم کو اُن کی سرکشی پر سرزنش کا اِرادہ رکھتے تھے۔ جب آپ نے اپنی تمام افواج کو جمع فرمایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ہدہد نامی فوجی سردار غیر حاضر ہے۔

”ہُدہُد سے مراد ادومی خاندان کا کوئی شہزادہ ہے۔۔۔ یہ ادومی خاندان حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت میں بستا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے خاندان کا رقیب تھا۔۔۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ہُدہُد عرب قبیلہ کا کوئی سردار ہو۔“

(تفسیر کبیر، جلد ہفتم، صفحہ 374)

ایسے اہم وقت پر غیر حاضری سے حضرت سلیمان علیہ السلام ناراض ہوئے، کیونکہ ایسے موقع پر غائب ہونا سازش کی بُو دیتا ہے۔ مگر کچھ ہی دیر میں وہ آگیا اور آکر یہ اِطلاع دی کہ میں اصل میں اُس علاقے کی خبر لینے گیا تھا کیونکہ وہاں کی زبان سے واقف ہوں اور میں نے دیکھا ہے کہ ایک عورت وہاں کی حکمران ہے جس کی سلطنت بہت وسیع ہے اور اُس کا تخت بالخصوص بہت ہی شاندار ہے۔ اور وہ سب لوگ سورج کی پرستش کرتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ سن کر سب سے پہلے دعوت حق کی تبلیغ کے لئے اُس قوم کی طرف اپنا خط روانہ کروایا۔ قرآنِ کریم نے اِس معزز خط کا ذکر یوں فرمایا ہے:

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۱﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۲﴾

(سورہ النمل، آیات 32-30)

ترجمہ: (یہ خط دیکھ کر) اس (ملکہ) نے کہا اے سردارو! میری طرف یقیناً ایک معزز خط بھیجا گیا ہے۔ یقیناً وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے: اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ (پیغام یہ ہے) کہ تم میرے خلاف سرکشی نہ کرو اور میرے پاس فرمانبردار ہو کر چلے آؤ۔

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہُ اللہ)

قرآنی آیت کے الفاظ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ سرکشی کی پہل اُس قوم کی جانب سے ہوئی تھی۔ یہاں میں یہ بھی ذکر کرتی چلوں کہ ملکہ ٔسبا کے نام خط میں تسمیہ کا بالکل وہی متن مذکور ہے جو آج ہم قرآنِ کریم میں پڑھتے ہیں۔ گویا ملکہ ٔسبا کو یہ امتیاز حاصل ہوا کے اُن کے تذکرہ میں اِس امر کا ثبوت پایا جاتا ہے کہ 'بسم اللہ' اِسلام سے پہلے انبیاء کی امتوں میں بھی رائج تھی۔

قارئین بخوبی محسوس کرسکتے ہیں کہ اِس موقع پر بیان کردہ واقعات میں قرآن حکیم نے بار بار اِس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کے ملکہ ٔسبا ایک دانا اور زیرک خاتون تھی جس میں نیکی کا تخم موجود تھا۔ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا پیغام پڑھ کر مشاورت بلائی۔ اس بات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی ڈیموکریسی قائم ہوگئی ہوئی تھی۔ اس مشاورت میں طے پایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو تحائف بھجوا کر حملہ کے ارادہ سے باز رکھا جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اصل میں اُن کے مشرکانہ عقائد کی اِصلاح چاہتے تھے، تحائف سے خوش ہونے کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔

ملکہ ٔسبا اور اُس کی قوم کی ہدائت کے واسطے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک حکیمانہ تدبیر تو یہ اختیار فرمائی کہ آپ نے ایک اتنا شاندار تخت تیار کروایا جس کے سامنے ملکہ ٔسبا کا تخت ہیچ ہو اور ملکہ کو یہ اِدراک حاصل ہو جائے کہ جس دنیاوی متاع پر وہ نازاں ہے وہ تو خدائے قادر کے احسانات کے آگے کچھ شے نہیں۔ لہٰذا جب ملکہ آئی اور اس نے یہ ماجرا دیکھا تو کہنے لگی:

"ہم تو سلیمان علیہ السلام کے دین کے حالات سن کر پہلے ہی معلوم کر چکے ہیں کہ اس کا دین سچا ہے۔۔۔ تب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو ان چیزوں کی پرستش کرنے سے روکا جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پرستش کرتی تھی"

(تفسیر کبیر، جلد ہفتم، صفحہ 396)

اوراس زبانی نصیحت کے علاوہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے عملاً بھی ملکہٗ سبا کے عقیدہ کی خامی اس پر ظاہر فرمائی تا کہ اس میں مشرکانہ عادات کی کامل بیخ کنی ہو جائے۔ اس دلچسپ واقعہ کی غیر از جماعت مفسّرین نے ایسی لغو تفاصیل بناڈالی ہیں جن کا یہاں بیان کرنا مجھے قطعی نامناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ خوامخواہ ایک پاک نبی اللہ کے کردار پر حملہ کے مترادف ہیں۔ ان مفسرین کی لغویات کے بجائے، کیوں نہ ہم اس زمانہ کے حکم وعدل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پُر بصیرت تفسیر کا حظ اُٹھائیں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

**''حضرت سلیمان نے اُس کو بلایا اور اُس کے آنے سے پہلے ایسا محل طیار کیا جس کا فرش شیشہ کا تھا اور شیشہ کے نیچے پانی بہہ رہا تھا۔ جب بلقیس نے حضرت سلیمان کے پاس جانے کا قصد کیا تو اُس نے اُس شیشہ کو پانی سمجھا اور اپنا پاجامہ پنڈلی سے اوپر اٹھا لیا۔ حضرت سلیمان نے کہا کہ دھوکا مت کھا یہ پانی نہیں ہے بلکہ یہ شیشہ ہے پانی اس کے نیچے ہے۔ تب وہ عقلمند عورت سمجھ گئی کہ اس پیرایہ میں میرے مذہب کی غلطی اُنہوں نے ظاہر کی ہے اور یہ ظاہر کیا ہے کہ سورج اور چاند اور دوسرے روشن اجرام شیشہ کی مانند ہیں اور ایک پوشیدہ طاقت ہے جو ان کے پردہ کے نیچے کام کر رہی ہے اور وہی خدا ہے۔۔۔۔ سو دنیا کو خدا نے شیش محل سے مثال دی ہے جاہل ان شیشوں کی پرستش کرتے ہیں اور دانا اس پوشیدہ طاقت کے پرستار ہیں''**

(روحانی خزائن، جلد 23، چشمہٗ معرفت، صفحہ 290)

یہ تھا ذکر ملکہٗ سبا کا جس کے تعلق میں قرآنِ کریم نے حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے پاک نبی کے وجود سے تحریف شدہ بائبل کے عائد کردہ الزامات کو بھی دھویا اور مبلغینِ اسلام کو ربِّ عرشِ کریم کی خالص توحید کے پرچار کے گُر بھی سکھائے۔

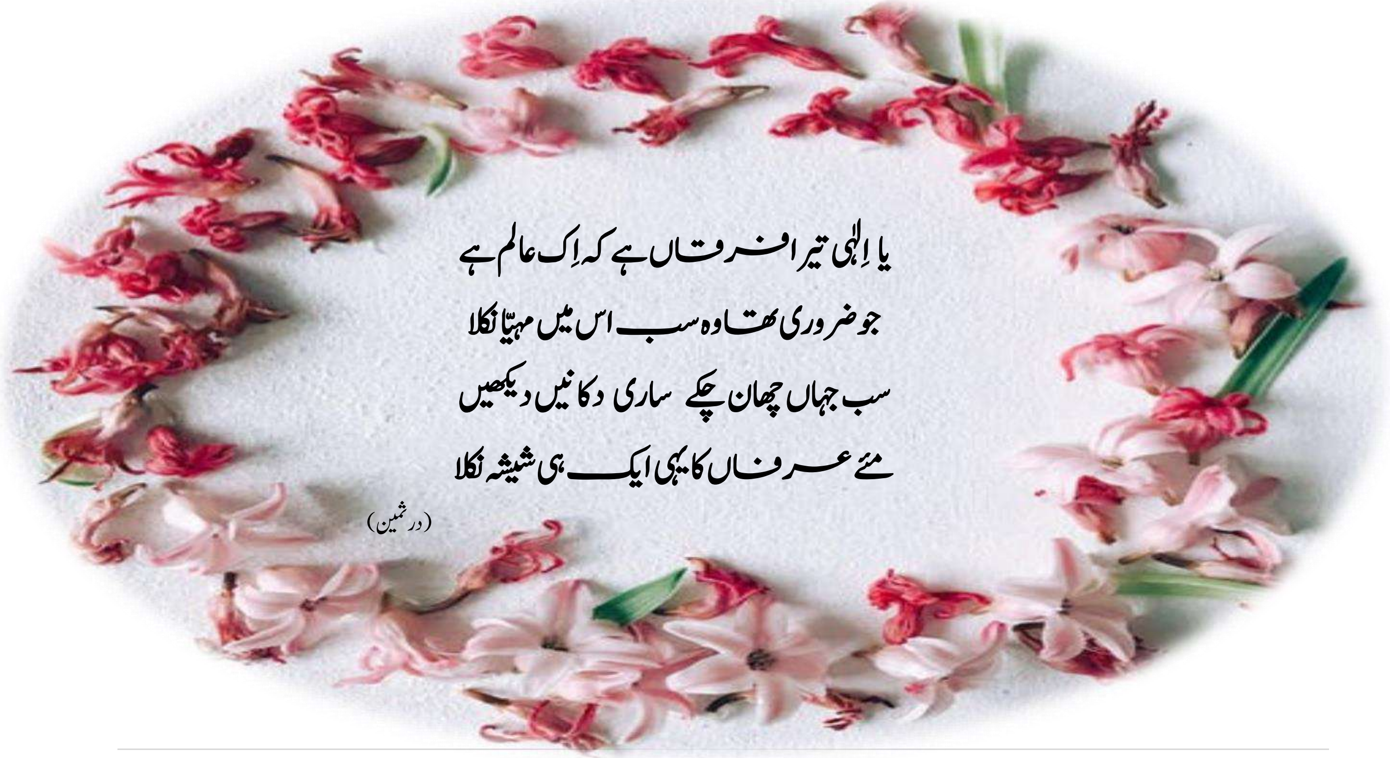

# احساس!

لیڈی امتہ الباسط ایاز۔لندن

اِنسان کو حتی المقدور دوسروں کے لئے صرف باعثِ راحت و مسرت ہی نہیں بلکہ مفید اور کار آمد ہونا چاہئے۔ اس مقام تک مگر بہت کم لوگ پہنچتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض چھوٹی چھوٹی باتیں ایسی ہیں جنہیں بظاہر معمولی سمجھ کر ہم نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور کبھی یہ خیال بھی نہیں کرتے کہ دوسروں پر ہماری ان 'معمولی' عادات اور حرکات کا کیا اثر پڑتا ہے۔ ایک تو ہم اُن کی طبیعت میں کوفت اور کراہت پیدا کر دیتے ہیں اور دوسری طرف اپنی بد تہذیبی بھی عیاں کر دیتے ہیں۔ اگر ہم اِن خامیوں کو (جنہیں عام طور پر ہم خامیاں تسلیم ہی نہیں کرتے) دُور کر لیں تو اپنے عزیزوں اور احباب پر ہم اپنا انتہائی اچھا اور خوشگوار تاثر چھوڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اور آئندہ بھی وہ ہم سے ملاقات کے خواہاں رہیں گے۔

دوست احباب یا کچھ اور مہمان بیٹھے ہوں اُن کے سامنے ہم بے تکلفی سے اپنی ناک صاف کرنی شروع کر دیتے ہیں یا زور زور سے کھانس کر بلغم تھوکنے لگتے ہیں۔ ہماری اِس حرکت سے دوسرے دِل میں سخت کراہت محسوس کرتے ہیں لیکن ضروری نہیں کہ وہ اس کا اِظہار کریں۔ یہی کام ہم باتھ روم میں جا کر یا کسی علیحدہ مقام پر بھی تو کر سکتے ہیں۔

ہم محفل میں بیٹھ کر چائے پی رہے ہیں یا کھانا کھا رہے ہیں اور ہر گھونٹ کے ساتھ سُڑکیاں اور ہر نوالے کے ساتھ آوازیں نکال رہے ہیں یا چمچ زور زور سے پلیٹ میں مار رہے ہیں۔ حالانکہ یہ نہ صرف بد تہذیبی ہے بلکہ اس طرح ہم دوسروں کو خود پر ہنسنے کا موقع دے رہے ہیں۔

عزیزوں اور دوستوں سے ملاقات کے لئے ضرور جانا چاہئے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہم ہمیشہ بغیر اِطلاع کیے جائیں یا ایسے وقت میں جائیں جو اُن کے آرام کا وقت ہو۔ یا کسی دوسرے کام میں مصروف ہوں ایسے میں ہمارا بے وقت جانا اُن کے لئے خوشی کا باعث کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ الگ بات ہے کہ وہ مروّت کے مارے کچھ نہ کہیں۔ اسی طرح اگر ہم کسی بے تکلف سہیلی کے گھر جاتی ہیں اور دروازہ کھلا دیکھ کر اندر داخل ہو جاتی ہیں اور بلند آواز سے سلام کئے بغیر، عین اُس کے سر پر جا کھڑی ہوتی ہیں۔ پھر ہزار بے تکلفی کے باوجود بھی اس دوست کو ہماری اس اچانک آمد سے ہرگز کوئی خوشی نہیں ہو گی، یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس وقت کوئی ایسا کام کر رہی ہوں جسے دوسروں پر ظاہر نہ کرنا چاہتی ہوں۔

ہمیں کسی دعوت میں بلایا جاتا ہے، اور بلاوا اکیلے شخص کا ہے، مگر ہم اپنے ایک دو بچوں کو یا کسی اور دوست کو بھی ساتھ لے جاتے ہیں، میزبان، بیچارہ مُنہ سے تو کچھ نہ کہے گا لیکن کیا ہماری یہ حرکت میزبان کے انتظامات کو درہم برہم نہ کر دیگی؟

دوست، سہیلیوں اور بہنوں کی محفل لگی ہے ہنسی مذاق ہو رہا ہے۔ ہم بار بار قہقہے لگاتے ہیں اور پاس بیٹھے ہوئے کسی دوست کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا دیتے ہیں کہ وہ اپنا ہاتھ اس پر مار کر ہماری تائید کرے۔۔۔ یا ہم ہنسی مذاق میں خود اپنا ہاتھ اُس کے کندھے یا ٹانگ وغیرہ پر بار بار مارتے ہیں تو کیا یہ ضروری ہے کہ وہ ہماری اس حرکت کو پسند کر رہا ہے؟

ہم مرچیں کم یا زیادہ کھاتے ہیں یا پھر پرہیزی کھاتے ہیں، یہ ہماری مجبوری بھی ہو سکتی ہے۔ اگر ہمیں کسی دعوت میں مدعو کیا جاتا ہے اور جب کھانا سامنے رکھ دیا جاتا ہے تو اس وقت ہم نخرے کرنے شروع کر دیتے ہیں کہ میں تو مرچ بالکل نہیں کھاتی، گوشت نہیں کھاتی، فلاں فلاں چیزیں نہیں کھاتی۔۔ اس طرح سے میزبان کی دل شکنی کرنے کے بجائے بہتر تھا کہ آپ یا تو کسی دعوت میں جائیں ہی نہ، معذرت کر دیں۔۔ یا میزبان کو پہلے سے آگاہ کر دیں کہ ہم فلاں قسم کی چیزیں نہیں کھا سکتے۔

ہم بچوں کے ہمراہ کسی کے گھر جاتے ہیں اور خود تو جا کر میزبان کے ساتھ خوش گپیوں میں محو ہو جاتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ بچے بھی ہمراہ آئے ہیں۔ وہ خواہ اس دوران میزبان کے ڈرائنگ روم کو تہہ و بالا کر دیں، ہم بچوں کو منع کرنے اور اُنہیں اپنے پاس بٹھانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ امریکہ میں، مَیں نے گھروں میں دیکھا کہ Basements ہوتی ہیں۔ گھر والوں نے اپنے مہمانوں کے ساتھ آنے والے بچوں کے لئے اس جگہ بہت خوبصورت اور نہایت ہی پیارے کھلونے، ہر عمر کے بچوں کے لئے الگ الگ رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ کرسیاں اور میز بھی بڑے اچھے طریقے سے سیٹ کی ہوتی ہیں۔ بچیوں کے لئے کچن سیٹ اور لڑکوں کے لئے اُن کی عمر کے مطابق چھوٹے باسکٹ بال اور کئی قسم کے دلچسپ گیمز بڑے طریقے سے بنا سجا کر رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ بچوں کو خود بخود اس جگہ کی جانب کشش ہوتی ہے، گھر میں داخل ہوتے ہی پوچھتے ہیں۔۔ ”آنٹی ہم Basement میں جا کر کھیل سکتے ہیں؟ ہماری اُمّی آپ کے پاس بیٹھیں گی“۔ اور اکثر تو اُسی جگہ میزبان بچے آنے والے مہمان بچوں کی کھانے پینے کی اشیاء سے بھی پوری پوری تواضع کرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر بڑا اچھا لگا اور مزا بھی آیا کہ بچوں کی بھی اپنی الگ بیٹھک لگی ہوتی تھی اور رونق بھی خوب تھی۔ وہ بچے خوش خوش گھر آتے ہیں اور واپس دوبارہ جانے کے لئے بھی اِصرار کیا کرتے ہیں۔

اکثر و بیشتر ہم اپنے ہمسایوں یا ملنے جُلنے والوں سے کتابیں یا رسائل منگواتے رہتے ہیں اُن کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ اُن کے ورق موڑتے اور صفحات پر نشان لگاتے رہتے ہیں بلکہ بعض اوقات اپنا نام یا اپنے ریمارکس بھی لکھ دیتے ہیں۔ یا لا پرواہی سے کتاب یا رسالہ اِدھر اُدھر رکھ دیتے ہیں اور بچے یا تو کوئی صفحہ پھاڑ دیتے ہیں یا قلم سے اِن پر آڑی ترچھی لائنیں لگاتے رہتے ہیں۔ کیا اس حالت میں کتاب واپس کرنے کے بعد ہم دوبارہ کبھی کتاب مانگنے کے قابل رہیں گے؟

کہیں باہر جاتے ہوئے ہمیں اپنا کوئی عزیز یا دوست تیزی سے کہیں جاتا ہوا نظر آتا ہے تو ہم اُس کو روک کر باتیں شروع کر دیتے ہیں، وہ اخلاقاً کھڑا تو ہو جاتا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ جس کام کے لئے جا رہا ہے وہ نہ ہو سکے

یا وہ مقررہ وقت کے بعد پہنچے۔۔ کیا اس طرح کسی کو خواہ مخواہ روکنا ضروری ہے ؟

ہم دوست احباب کے ساتھ مل کر کھانا کھا رہے ہوتے ہیں اور اس دوران ایسی چیزوں کا نام لے رہے ہوتے ہیں جس سے سننے والوں کو گھن آتی ہے۔ کیا ہم ایسی حرکت سے اجتناب نہیں کر سکتے ؟

اسی طرح ہم کسی سہیلی کے گھر جاتی ہیں اور سامنے میز پر رکھے کاغذات کو اُٹھا کر دیکھنا شروع کر دیتی ہیں۔ ذرا سوچیں! ممکن ہے ہماری سہیلی کسی کاغذ کو پوشیدہ رکھنا چاہتی ہو۔ یا ہماری اس حرکت سے اُن کاغذات کی ترتیب خراب ہو جاتی ہو!

ہم کسی کے ہاں بطور مہمان جاتے ہیں اور وہاں میزبان کے ملازم کو تحکمانہ لہجے میں کہتے ہیں کہ

پانی لاؤ

یہ کرو

وہ کرو۔۔

یقین جانیے ہمارا یہ لب ولہجہ نہ صرف ملازم کو بلکہ میزبان کو بھی ناگوار گزرے گا، ہم ملازم سے نرمی اور پیار سے بھی تو بات کر سکتے ہیں۔

کسی مریض کی عیادت کے لئے جانا ضروری بھی ہے اور کارِ ثواب بھی ہے مگر کیا ضروری ہے کہ اُس کے پاس بہت دیر تک بیٹھا جائے ؟

بلند آواز سے اُوٹ پٹانگ باتیں کی جائیں ؟

بیمار کو تسلی دینے کے بجائے اُسے بیماری کے بُرے اور خوفناک پہلوؤں سے ڈرایا جائے ؟

یہ تو بیمار پُرسی نہیں، بلکہ یہ تو مریض کو مزید بیمار کرنا ہے۔

کسی کی عیادت کے لئے جاتے وقت چھوٹے بچوں کو ساتھ لے جانا، کیا کوئی دانشمندی ہے ؟

اُن کے شور غل سے مریض کو جو کوفت اور تکلیف ہو گی اس سے تو یہ بہتر تھا کہ ہم گھر بیٹھ کر ہی اُس کے لئے دعائے صحت کر لیتے!

اور اب یہ آخری بات جو شاید کوئی کہنا یا سننا پسند نہ کرتا ہو مگر میں جرأت کر کے لکھ ہی دیتی ہوں کہ شادی بیاہ کے کارڈ پر نوٹ درج کیا ہوا ہوتا ہے 'No gift Boxes'۔۔۔ کیا یہ پسندیدہ ہے ؟ کیا یہ بہتر نہیں کہ دینے والے اپنی مرضی اور سہولت سے جو پسند ہو، وہ دے سکتے ہوں ؟

یہ چند ایک ایسے امور ہیں جو روزمرہ زندگی میں اکثر و بیشتر پیش آتے رہتے ہیں۔ شاید ہم ان کی اہمیت کا احساس نہیں کرتے حالانکہ ان معمولی باتوں کا احساس رکھنے سے ہم دوسروں سے بہت اچھے اور خوشگوار تعلقات رکھنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ جبھی میں نے اس مضمون کا نام "احساس" رکھا ہے۔

# بیسن اور انڈوں کا حلوہ

(نصیرہ قمر احمد Rayness Park)

## اشیاء:

بیسن: ایک پیالی

تیل: ایک پیالی

چینی: آدھی پیالی (کم میٹھا پسند کرنے والوں کے لیے)

انڈے: تین عدد

سبز الائچی کے پسے بیج اور باریک کترے ہوئے بادام پستے:
حسبِ خواہش

## ترکیب:

- انڈوں میں چینی شامل کرکے اچھی طرح پھینٹ کر رکھ لیجیے۔
- اب کڑاہی میں تیل ڈال کر چولہے پر رکھیے، تیل گرم ہو جائے تو اس میں پہلے سبز الائچی کے پسے ہوئے بیج ڈال لیں اور پھر اس میں بیسن ڈال کر ہلکی آنچ پر اتنی دیر بھونیے کہ بیسن کا رنگ تبدیل ہو جائے اور خوشبو آنے لگے۔
- اب آگ بند کرکے انڈوں اور چینی کے آمیزے کو بھنے ہوئے بیسن میں شامل کرلیجیے (آگ جل رہی ہو تو اس مرحلے پر نیم پختہ حلوے کی مشتعل موجوں کو سنبھالنا ذرا دشوار ہو جاتا ہے)
- دوبارہ چولہا جلا کر اب اتنی دیر تک مزید بھونیے کہ انڈے پک جائیں اور تیل حلوے سے الگ نظر آنے لگے۔ حلوہ تیار ہے۔ اسے ڈش میں نکال کر بادام، پستہ سے سجا کر پیش کیجیے۔

# بزمِ ادب

(النصرت کا یہ گوشہ قارئین کے من پسند اشعار اور ادبی اقتباسات سے سجایا جاتا ہے۔ تمام لجنہ کو دعوتِ عام ہے کہ ہمیں اپنے حسنِ انتخاب کے نمونہ جات ارسال کریں)

ماہر ہے سرجری میں تو ڈاکٹر کو ناز ہے
حاذق ہے گر طبیب، طبابت پہ ناز ہے
بیمار کو ہے ناز کہ "نازک مزاج ہوں"
جو تندرست ہیں ان کو صحت پہ ناز ہے

(درعدن)

اِنتخاب ہبہ باقی

بروزِ حشر سبھی تیرا ساتھ چھوڑیں گے
کرے گا ایک وفا، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

(کلامِ محمود)

اِنتخاب بشریٰ لطیف

ہر طرف آپ کی یادوں پہ لگا کر پہرے
جی کڑا کر کے میں بیٹھا تھا کہ مت یاد آئے
ناگہاں اور کسی بات پہ دل ایسا دُکھا
میں بہت رویا مجھے آپ بہت یاد آئے

(کلامِ طاہر)

اِنتخاب صدیقہ سلطانہ

وصل کا لطف تبھی ہے کہ رہیں ہوش بجا
دل بھی قبضہ میں رہے پہلو میں دلدار بھی ہو

(کلامِ محمود)

اِنتخاب ستارہ جمیل

# اعلان برائے داخلہ جامعہ احمدیہ یوکے

# 2021ء

جامعہ احمدیہ یوکے کی درجہ ممہدہ کیلئے داخلہ ٹیسٹ (تحریری امتحان وانٹرویو) 14 اور 15 جولائی 2021ء کو انشاءاللہ جامعہ احمدیہ یوکے میں ہوگا۔ داخلہ ٹیسٹ میں شمولیت کے قواعد حسب ذیل ہیں:۔

## تعلیمی معیار

درخواست دہندہ کے کم از کم چھ مضامین میں جی سی ایس ای (GCSE) کم از کم تین مضامین میں اے لیولز (A-Levels) یا اس کے مساوی تعلیم میں C گریڈ سے کم گریڈ یا 60٪ سے کم نمبر نہ ہوں۔

## عمر

جی سی ایس ای (GCSE) پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 17 سال اور اے لیولز (A-Levels) پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 19 سال ہونی چاہیئے۔

## میڈیکل سرٹیفکیٹ

درخواست دہندہ کی صحت کے متعلق ڈاکٹر (GP) کی طرف سے میڈیکل سرٹیفکیٹ انگریزی زبان میں درخواست کے ساتھ منسلک ہونا چاہیئے۔

## تحریری ٹیسٹ وانٹرویو

درخواست دہندہ کا ایک تحریری ٹیسٹ اور ایک انٹرویو ہوگا۔ جس میں سے ہر دو میں پاس ہونا لازمی ہے۔ انٹرویو کیلئے صرف اسی کینڈیڈیٹ کو بلایا جائے گا جو تحریری ٹیسٹ میں کامیاب قرار پائے گا۔ تحریری ٹیسٹ اور انٹرویو کیلئے قرآن کریم ناظرہ، وقف نو سلیبس اور انگریزی و اردو زبان لکھنا، پڑھنا اور بولنا بنیادی نصاب ہوگا۔ تاہم ترجمہ قرآن کریم اور کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں

بھی کینڈیڈیٹ کا اس طور پر جائزہ لیا جائے گا کہ اس میں ان کے پڑھنے کا رجحان موجود ہے کہ نہیں۔

## درخواست دینے کا طریق

درخواست، متعلقہ درخواست فارم پر درج ذیل دستاویزات کے ساتھ ہی قابل قبول ہوگی، نامکمل درخواست پر کارروائی نہیں کی جائے گی:۔

۱۔ درخواست فارم مع تصدیق نیشنل امیر صاحب۔

۲۔ درخواست دہندہ کی صحت کی بابت میڈیکل سرٹیفیکیٹ (بزبان انگریزی)۔

۳۔ جی سی ایس ای / اے لیولز کے سرٹیفیکیٹ کی مصدقہ نقل۔ نتیجہ کے انتظار کی صورت میں سکول یا ٹیوٹر کی طرف سے متوقع گریڈز (Projected Grades) پر مشتمل خط۔

۴۔ پاسپورٹ کی مصدقہ نقل۔

۵۔ درخواست دہندہ کی ایک عدد پاسپورٹ سائز فوٹو۔

۶۔ درخواست دہندہ کے برتھ سرٹیفیکیٹ کی مصدقہ نقل۔

## متفرق ہدایات

۱۔ درخواست میں کینڈیڈیٹ کے نام کے سپیلنگ وہی لکھے جائیں جو پاسپورٹ میں درج ہیں۔

۲۔ مصدقہ درخواست جامعہ احمدیہ یوکے میں 30 مئی 2021ء تک پہنچنی لازمی ہے، اس کے بعد موصول ہونے والی درخواستوں پر کارروائی نہیں کی جائے گی۔

۳۔ جامعہ احمدیہ یوکے کا ایڈریس درج ذیل ہے:

۴۔ رابطہ کیلئے جامعہ احمدیہ کے اوقات سوموار تا ہفتہ صبح آٹھ بجے سے دوپہر دو بجے تک ہیں۔

(پرنسپل جامعہ احمدیہ یوکے)

https://lajna.org.uk/an-nusrat/

اپنے مضامین ہمیں اس ایڈریس پر بھیجیے:

**Iwan e Nusrat Jahan (Head Office)**
**B1 Endeavour Place,**
**Coxbridge Business Park,**
**Farnham,**
**Surrey**
**GU10 5EH**
**Email: secishaat@lajnauk.org**